رجسٹرڈ نمبر اے ۱۸۷

معارف

مجلس دار المصنفین کا ماہوار علمی رسالہ

مرتبہ

سید سلیمان ندوی

سنہ ۱۹۲۸ء

قیمت :- ۵ر سالانہ

مطبع معارف میں چھپکر

دار المصنفین اعظم گڈہ سے شائع ہوا۔

مجلد بست و یکم | ماہ رجب ۱۳۴۶ھ مطابق ماہ جنوری ۱۹۲۸ء | عدد ۱

مضامین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

شذرات

ہمارے شمسی سال کے خاتمہ کو تین راتین باقی تھین کہ نصف شب کو ہمارے ملک کا آفتاب غروب ہوگیا، یعنی
حکیم حافظ اجمل خان کی اچانک وفات دردِ دل سے ہوئی، ہائے یہی "دردِ دل" ان کی زندگی کا سرمایہ تھا، اور یہی
ان کی وفات کا بہانہ بن گیا، وہ جس کی مسیحائی سے لاکھون نے زندگی پائی تھی، خود اس کی زندگی کسی کی مسیحائی کی منت
احسان نہ بنی، حکیم صاحب کی وفات خاندان کا ماتم نہین، دلّی کا ماتم نہین، قوم کا ماتم ہے، ملک کا ماتم ہے، تفضل و کرم
کا ماتم ہے، اخلاق و شرافت کا ماتم ہے، سنجیدگی و متانت کا ماتم ہے، عقل و رزانت کا ماتم ہے، فکر و اصابت کا ماتم ہے،
آزادی و حریت کا ماتم ہے، اخلاق و ایثار کا ماتم ہے، ہندوستان اور مسلمانانِ ہند کے طالع و بخت کا ماتم ہے،

مرثیہ ہے ایک کا اور نوحہ ساری قوم کا

ہندوستان کا وہ کون سا شریف انسان ہے، جس کی گردن حکیم صاحب کی شخصی یا قومی منت سے گرانبار نہین
وہ کونسی قومی مجلس ہے، جو اُن کے احسانات کے بوجھ سے دبی نہین ہے، مسلمانون کا وہ کونسا کام ہے جو اُن کی شکل کرم
کا ممنون نہین، علی گڈھ ہو کہ ندوہ، دیوبند ہو کہ جمعیۃ العلما، مسلم لیگ ہو کہ کانگریس، خلافت ہو کہ طبیہ کانفرنس، ہندوستانی
دواخانہ ہو کہ طبیہ کالج، سب ان کے خوانِ منت کے برابر کے ریزہ چین تھے، جامعہ ملیہ یعنی قوم کے خوابِ حریت کی
تعبیر جتنی، اس کا وجود مستقل اگر تھا، تو صرف حکیم صاحب کے دست و باز و سے،

ایک روشن دماغ تھا نہ رہا ، ملک کا جو چراغ تھا نہ رہا

حکیم صاحب کی وفات سے یون تو ہر قومی درسگاہ، اور ہر قومی مجلس جو ان کی رائے و مشورہ اور اعانت و
سفارش سے، یا ان کے بذل و عطا اور جود و کرم سے مستفید تھی، متاثر ہوئی، لیکن جامعہ ملیہ جس کی ہستی صرف
ان کی ذات سے قائم تھی، اور جس کی عمارت صرف اسی ایک ستون پر کھڑی تھی، وہ متزلزل ہو کر رہ گئی، یہ تسکین ہے
کہ حکیم صاحب کی یادگار کے نام سے اس کو پکارا جا رہا ہے، اور قوم مین ان کی اس یادگار کی بقا و قیام کا کافی احساس
نظر آتا ہے اگر اس یادگار کیلئے قوم مین عملاً بھی یہی سرگرمی قائم رہی تو اس قومی محسن اعظم کی موت جامعہ کی زندگی کا سبب بنجائیگی، یقین
ہے کہ منت پذیر قوم اور احساس شناس ملک اس علمی و تعلیمی یادگار کی مالی اعانت و امداد مین اپنے فرض کا پورا احساس کریگا،

جامعہ کے کارکنون نے اس یادگار کی بقا اور قیام کے لیے ملک و قوم سے آٹھ لاکھ روپے کی اپیل کی ہے، ملک کے بڑے بڑے
رہنماؤن نے اس اپیل کی تائید کی ہے، ضرورت ہے کہ مسلمان اپنی مسابقت الی الخیر کا عملی ثبوت دین، تاکہ جامعہ جو کم سے کم احسان اوروں
کا اٹھا سکتی ہے وہ اُٹھائے، عنقریب جامعہ کی طرف سے مختلف وفود صوبون مین دورہ کرنے کے لیے نکلین گے، اس وقت ہر صوبہ کے
مسلمانون کو اس کارِ خیر اور صدقۂ جاریہ مین شرکت کرنی چاہیئے،

دار المصنفین کے سنہ ۱۹۲۷ کے ارکان و معاونین کی خدمت مین تاریخ فقہِ اسلامی کے بھیجنے کا جو وعدہ کیا گیا تھا، اُسکا
ایفا کر دیا گیا، ۱۰ جنوری کو یہ کتاب تمام ارکان و معاونین کی خدمت مین رجسٹرڈ بھیجدی گئی، یکم فروری تک جن ارکان کو یہ کتاب نہ
پہنچے ان کو دفتر مین اطلاع بھیجدینی چاہیئے، بعض اصحاب کئی کئی مہینون کے بعد اطلاع دیتے ہین، یہ طریقہ صحیح نہین،

سنہ ۱۹۲۸ کی رکنیت کیلئے ہم نے اخبارات اور خطوط کے ذریعہ سے اہل علم اور شائقینِ کتب کی خدمت مین تحریک کی تھی، ابتک بہت
سے حضرات نے اس درخواست کو قبول فرما کر قیمت طلب (وی پی) بھیجنے کی اجازت دی ہے یا براہ راست دفتر مین روپیہ بھیجدیئے ہین، ابتک تقریباً پچاس حضرات
نئی فہرست مین داخل ہوچکے ہین ہم کو امید ہے کہ جن صاحبون نے ابتک ادھر توجہ نہین کی ہے، وہ بھی اپنے التفات سے ہم کو محروم نہ رکھین گے،

کتبخانہ کی جس عمارت کی خاطر یہ طریقہ اختیار کیا گیا تھا، وہ اب تکمیل کے قریب ہے، گذشتہ سال علمی ارکان کے ذریعہ سے جو زر کثیر وصول ہوا تھا، اور جس کے معاوضہ مین ان کو اوسکی قیمت کی کتابین پیش کی گئین اسکی میزان پانچہزار کے قریب ہے، اور اس عمارت پر بہت بڑی کفایت شعاری کے بعد بھی تقریباً دس ہزار روپیے صرف ہو چکے ہین، اور شاید دو ہزار اور صرف ہون، اس بنا پر دار المصنفین کو زیر باری سے بچانے کے لئے ہم متوقع ہین کہ ہمارے گذشتہ ارکان اپنی علم دوستی کا ایک دفعہ اور ثبوت دین،

ہم کس زبان سے اللہ تعالیٰ کا شکریہ ادا کرین کہ اس نے اپنے چند بے یار و مددگار بندون کی اعانت اور ان کے کامون کو برکت عطا فرمائی، دار المصنفین کی مقبولیت اور شہرت ہندوستان کی چہار دیواری سے نکلکر یورپ اور اسلامی ملکون تک پہنچ رہی ہے، اسکی عربی مطبوعات نے دوسرے ملکون کے علمی قدر شناسون کی نظرون مین اعتبار پیدا کیا ہی، فرانس کے علمی رسالہ "دنیائے اسلام" (ماندے مسلمان) مین اسکا ایک سے زاید بار تذکرہ آچکا ہی، مصر کے علمی حلقہ مین اسکا نام روشناس ہے، ترکی اور عراق مین بھی اس کے جاننے والے موجود ہین، ابھی ایران سے ایک فاضل نے دار المصنفین کی کتاب تفسیر ابو مسلم اصفہانی کا عالمانہ شکریہ، ابو مسلم اصفہانی کی تفسیر کا ایک نیا اقتباس مصر کے رسالہ الزہرا مین چھپوایا ہی، اسی رسالہ مین اڈیٹر نے دار المصنفین پر ایک مختصر مضمون بھی شائع کیا ہے، فالحمد للہ،

دار المصنفین کی طرف سے ایک نئی عربی کتاب **ابو العلا معری** پر جو عربی زبان کا خیام ہے، مصر کے مطبعۂ سلفیہ سے چھپوا کر منگوائی گئی ہو، یہ ہندوستان کے مشہور فاضل و ادیب مولنا عبد العزیز صاحب میمن استاذ عربی مسلم یونیورسٹی علی گڈھ کی تصنیف ہی، اب تک عربی بلاد مین اس شاعر پر جو کچھ لکھا گیا تھا، اس سے بہت زیادہ بڑھکر، اور اس سے زیادہ صحت اور استیعاب کے ساتھ اس کتاب مین معلومات فراہم ہین، اور لوگون کو سنکر حیرت ہوگی کہ وسعتِ معلومات ایک طرف، ایک ہندی نژاد کے عربی قلم نے خود اہل زبان سے خراجِ تحسین وصول کیا ہی، کتاب کی ضخامت ۲۴۴ صفحہ ہے، لکھائی چھپائی عربی ٹائپ کی نہایت اعلیٰ ہی، مجلد کی قیمت صہ اور غیر مجلد کی للعہ ہے، ہم کو امید ہے کہ ہندوستان کے شائقین ادب اس کی قدر فرمائین گے،

مقالات

مسئلہ حقوق نسوان،

خیارِ بلوغ.

دو مہینون سے یہ سلسلہ میرے مسلسل سفرون کے سبب سے بند ہو گیا تھا، اب نئے سال مین پھر نئے سرے سے جاری ہوتا ہے، ارادہ ہے کہ نکاح و طلاق کے تمام اہم مسائل پر اسی طرح بحث کیجائے، السعی منی والاتمام من اللہ،

کسی سابق بحث مین یہ گذر چکا ہے کہ نابالغ لڑکون اور لڑکیون کا نکاح اس کے ولی کر سکتے ہین، اور سوا ایک دو صاحبون کے علمائے اسلام مین کوئی اس کو ناجائز نہین کہتا، لیکن اختلاف اس مین ہے کہ اولیا مین سے کس کس کو نابالغون کے نکاح کا اختیار ہے،

امام مالکؒ کے نزدیک صرف باپ کو یہ حق حاصل ہے، امام شافعیؒ کے نزدیک باپ نہ ہو تو دادا کو بھی یہ حق پہنچتا ہے، ان کے علاوہ اور کسی دوسرے ولی کو نابالغون کے نکاح کا اختیار نہین، امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک پہلے باپ کو اختیار ہے، وہ نہ ہو تو دادا کو ہے وہ نہ ہو تو بھائی کو پھر چچا کو، پھر اسی طرح دوسرے اولیا کو بہ ترتیب قربت یہ حق حاصل ہے،

دوسری طرف یہ ہے کہ اگر یہ نکاح باپ نے کر دیا ہے، تو بالاتفاق تمام مجتہدین کے نزدیک بلوغ کے بعد

کتبخانہ کی جس عمارت کی خاطر یہ طریقہ اختیار کیا گیا تھا، وہ اب تکمیل کے قریب ہے، گذشتہ سال علمی ارکان کے ذریعہ سے جو زر رکنیت وصول ہوا تھا، اور جس کے معاوضہ مین ان کو اوسکی قیمت کی کتابین پیش کی گئین اسکی میزان پانچہزار کے قریب ہے، اور اس عمارت پر بہت بڑی کفایت شعاری کے بعد بھی تقریباً دس ہزار روپیے صرف ہو چکے ہین، اور شاید دو ہزار اور صرف ہون، اس بنا پر دار المصنفین کو زیر باری سے بچانے کے لئے ہم متوقع ہین کہ ہمارے گذشتہ ارکان اپنی علم دوستی کا ایک دفعہ اور ثبوت دین،

ہم کس زبان سے اللہ تعالیٰ کا شکریہ ادا کرین کہ اس نے اپنے چند بے یار و مددگار بندون کی اعانت اور ان کے کامون کو برکت عطا فرمائی، دار المصنفین کی مقبولیت اور شہرت ہندوستان کی چہار دیواری سے نکلکر یورپ اور اسلامی ملکون تک پہنچ رہی ہے، اسکی عربی مطبوعات نے دوسرے ملکون کے علمی قدر شناسون کی نظرون مین اعتبار پیدا کیا ہی، فرانس کے علمی رسالہ "دنیائے اسلام" (ماندے مسلمان) مین اسکا ایک سے زاید بار تذکرہ آچکا ہی، مصر کے علمی حلقہ مین اسکا نام روشناس ہے ترکی اور عراق مین بھی اس کے جاننے والے موجود ہین، ابھی ایران سے ایک فاضل نے دار المصنفین کی کتاب تفسیر ابو مسلم اصفہانی کا حال سنکر، ابو مسلم اصفہانی کی تفسیر کا ایک نیا اقتباس مصر کے رسالہ الزہرا مین چھپوایا ہی، اسی رسالہ مین اڈیٹر نے دار المصنفین پر ایک مختصر مضمون بھی شائع کیا ہے، فالحمد للہ،

دار المصنفین کی طرف سے ایک نئی عربی کتاب **ابو العلا معری** پر جو عربی زبان کا خیام ہے، مصر کے مطبعۂ سلفیہ سے چھپوا کر منگوائی گئی ہو، یہ ہندوستان کے مشہور فاضل و ادیب مولٰنا عبد العزیز صاحب میمن استاذ عربی مسلم یونیورسٹی علی گڈھ کی تصنیف ہی، اب تک بلاد عرب مین اس شاعر پر جو کچھ لکھا گیا تھا، اس سے بہت زیادہ بڑھکر، اور اس سے زیادہ صحت اور استیعاب کے ساتھ اس کتاب مین معلومات فراہم ہین، اور لوگون کو سنکر حیرت ہوگی کہ وسعت معلومات ایک طرف، ایک ہندی نژاد کے عربی قلم نے خود اہل زبان سے خراج تحسین وصول کیا ہی، کتاب کی ضخامت ۳۲۴ صفحے ہے، لکھائی چھپائی عربی ٹائپ کی نہایت اعلیٰ ہی، مجلد کی قیمت صر اور غیر مجلد کی للعہ ہے، ہم کو امید ہے کہ ہندوستان کے شائقین ادب اس کی قدر فرمائین گے،

مقالات

مسئلہ حقوق نسوان،

خیار بلوغ،

دو مہینون سے یہ سلسلہ میرے مسلسل سفرون کے سبب سے بند ہو گیا تھا، اب نئے سال مین یہ پھر نئے سرے سے جاری ہوتا ہے، ارادہ ہے کہ نکاح و طلاق کے تمام اہم مسائل پر اسی طرح بحث کیجائے، السعی منی والاتمام من اللہ،

کسی سابق بحث مین یہ گذر چکا ہے کہ نابالغ لڑکون اور لڑکیون کا نکاح اس کے ولی کر سکتے ہین، اور سوائے ایک دو صاحبون کے علمائے اسلام مین کوئی اس کو ناجائز نہین کہتا، لیکن اختلاف اس مین ہے کہ اولیا مین سے کس کس کو نابالغون کے نکاح کا اختیار ہے،

امام مالکؒ کے نزدیک صرف باپ کو یہ حق حاصل ہے، امام شافعیؒ کے نزدیک باپ نہ ہو تو دادا کو بھی یہ حق پہنچتا ہے، ان کے علاوہ اور کسی دوسرے ولی کو نابالغون کے نکاح کا اختیار نہین، امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک پہلے باپ کو اختیار ہے، وہ نہ ہو تو دادا کو ہے، وہ نہ ہو تو بھائی کو پھر چچا کو ہی، پھر اسی طرح دوسرے مرد کیار کو بہ ترتیب قربت یہ حق حاصل ہے،

دوسری طرف یہ ہے کہ اگر یہ نکاح باپ نے کر دیا ہے، تو بالاتفاق تمام مجتہدین کے نزدیک بلوغ کے بعد

اولاد کو اس کے فسخ کا اختیار نہین، اور وہ نکاح لازم ہوگا، اور اگر باپ نہ ہونے کی صورت مین دادا نے کیا ہے تو امام مالکؒ کے نزدیک سرے سے وہ درست ہی نہ ہوگا، کیونکہ اس کو کوئی حق حاصل نہین، اور امام شافعیؒ اور امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک وہ بھی لازم اور ناقابل فسخ ہوگا، اور اگر باپ اور دادا کے علاوہ دوسرے اولیا نے کردیا ہے، تو ظاہر ہے کہ امام شافعیؒ اور امام مالکؒ کے مذہب مین وہ درست ہی نہ ہوگا، لیکن امام ابوحنیفہؒ اس کو درست کہتے ہین، اور بلوغ کے بعد ان دونون کی مرضی پر موقوف سمجھتے ہین، اور ان کو اختیار دیتے ہین کہ بلوغ کے بعد فوراً ہی بلا توقف وہ اپنی نارضامندی کا اظہار کردین، اور قاضی کے سامنے جاکر اس کو ظاہر کردین، تو قاضی اس کو فسخ کردے گا،

اس بحث مین درحقیقت تین مسئلے ہین،

(۱) کیا باپ اور دادا کے نہ ہونے کی صورت مین دوسرے اولیا کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ اپنی مرضی اور صوابدید سے کسی نابالغ کا نکاح اپنی ولایت مین کرسکین،

(۲) کیا باپ اور دادا نے اگر کسی نابالغ کا نکاح کردیا ہے تو بلوغ کے بعد اس کو فسخ کا حق نہ رہیگا،

(۳) کیا یہ ضرورت ہے کہ بلوغ کے بعد فوراً ہی بلا توقف اظہار کردے، اور ذرا بھی توقف ہوگیا تو پھر فسخ نہ ہوسکے گا؟

پہلا مسئلہ اس مسئلہ پر پوری شرح وبسط کے ساتھ ہم نے معارف جلد ۱۹ کے صفحات ۳۲۸، ۳۳۴ مین بحث کی ہے، اور ثابت کیا ہے کہ اگر ضرورت ہو اور یتیم کے لیے مصلحت ہو تو دوسرے اولیا اپنی ولایت مین اسکا نکاح کرسکتے ہین، اس اجازت پر ہم نے قرآن پاک کی آیتون اور صحیح حدیثون سے استدلال کیا ہے،

قرآن پاک کی آیت محولہ حسب ذیل ہے،

وان خفتم الا تقسطوا فی الیتٰمیٰ فانکحوا ما طاب لکم من النساء (نساء)

اگر تم کو یہ ڈر ہو کہ تم یتیم لڑکیون کے حق مین انصاف نہ کرسکو گے تو ان کے سوا اور عورتون سے جو تم کو پسند ہون نکاح کرو،

اس آیت کی صحیح تفسیر جو معتبر ترین طریقہ سے صحیح ترین کتب حدیث مین سب سے بڑی فقیہ امت حضرت عائشہ صدیقہؓ سے مروی ہے وہ یہ ہے،

هذه الیتیمة تکون فی حجر ولیها تشرکه فی ماله فیعجبه مالها وجمالها فیرید ولیها ان یتزوجها الخ

یہ وہ یتیم لڑکی ہے جو اپنے ولی کی گود مین ہو اور جو اس کی جائداد مین شریک ہو اور اس لڑکی کی دولت اور حسن کو وہ پسند کرتا ہو اور وہ اس سے شادی کرنا چاہتا ہو،

تو اس کو یہ حکم دیا گیا کہ اگر انصاف کی قدرت نہ ہو تو ان سے نکاح نہ کرو، اور اگر انصاف کرسکو تو نکاح کرو،

یہ ظاہر ہے کہ اس آیت مین جس یتیم لڑکی کا ذکر ہے وہ نابالغہ ہے کہ ولی کے آغوش تربیت مین ہے، اور جس ولی کا ذکر ہے وہ وہ ہے جس کو اس کی نابالغی کے سبب سے اس کے نکاح کردینے کی اجازت ہے، اور یہ بھی ظاہر ہے کہ یہ ولی باپ یا دادا نہین ہوسکتا، کہ ان سے نکاح قطعاً حرام ہے، ان دلیلون سے قطعاً ثابت ہوتا ہے کہ دوسرے اولیا کو بھی یتیمون کے نکاح کردینے کی اجازت ہے،

لیکن ان اولیا کو یہ اچھی طرح سمجھ لینا چاہیئے کہ یتیمون کے نکاح مین بڑے غور وتامل کی ضرورت ہے، اور بغیر کسی ایسے موقع کے جس مین ان یتیمون کی کوئی خاص مصلحت ان کے فائدہ کی ہو، ہرگز ان کا نکاح انکی نابالغی کی حالت مین نہین کرنا چاہیئے، اور یہ بھی جان لینا چاہیئے کہ یہ نکاح ان کے بالغ ہونے تک ان کی مرضی اور پسندیدگی پر موقوف رہے گا، اور وہ چاہین گے تو وہ اس کو قائم رکھین گے، اور اگر نہ چاہین گے تو توڑ دینگے، پھر ایسے مشروط اور مذبذب نکاح سے کیا فائدہ؟

یہ واقعہ اوپر گذر چکا ہے کہ حضرت قدامہ بن مظعونؓ نے اپنی یتیم بھتیجی کا نکاح اپنی ولایت مین کردیا تھا، مگر لڑکی نے کسی وجہ سے پسند نہ کیا، اور آنحضرت صلعم کی خدمت بابرکت مین استغاثہ کیا، آنحضرت صلعم نے اس کو فسخ کردیا، چچا نے لاکھ کہا کہ بھائی کی وصیت تھی مگر آپ نے یہی فرمایا کہ یہ یتیم لڑکی ہے، اس کا نکاح اس کی مرضی کے بغیر نہین ہوسکتا،

دوسرا مسئلہ

اوپر کے واقعہ سے یہ تو ثابت ہوا کہ باپ دادا کے علاوہ اگر کوئی دوسرا ولی نکاح کر دے تو لڑکی اور لڑکے کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ اس کے قبول سے انکار کر دین، لیکن سوال اصلی یہ ہے کہ باپ نے یا دادا نے اگر ان کی نابالغی مین ان کا نکاح کر دیا ہے تو پھر ان کو فسخ کا حق حاصل ہے یا نہین؟ اوپر معلوم ہو چکا ہے کہ اکثر فقہا کا یہی مسلک ہے کہ ان کو یہ حق نہ ہوگا، علماے سلف مین صرف ایک ابن شبرمہ کا نام معلوم ہے کہ وہ اس بات کے قائل تھے کہ باپ دادا بھی نکاح کر دین تو بھی ان کو فسخ کا حق حاصل رہے گا،

ہم نے احادیث و سنن کی تمام کتابین جو مل سکین، پڑھین، فقہ و احکام کی تمام متداول کتابین دیکھین ہندوستان کے مشاہیر علما سے دریافت کیا، مگر کہین سے کوئی دلیل ایسی نہ ملی جس سے یہ ثابت ہو سکتا کہ "اگر باپ یا دادا کسی نابالغ یا نابالغہ کا نکاح کر دین تو بلوغ اور رشد کے بعد وہ اس کو فسخ نہین کر سکتے، اور وہ نکاح قطعاً لازم ہو جاتا ہے خواہ وہ بلوغ کے بعد اس کو پسند کرین یا ناپسند کرین۔"

شریعت کا عام اصول یہ ہے کہ جب کوئی ایسی حالت مین ہو جس کے سبب سے وہ اپنی رضامندی یا نارضامندی کے اظہار کے قابل نہ ہو تو، اس حالت کے دور ہونے کے بعد جب وہ آزادی کا مالک ہوگا، اور اپنی رضامندی یا نارضامندی کے اظہار کے قابل ہوگا تو اس وقت وہ ان معاملات پر نظر ثانی کر سکیگا جو اس کے اولیا نے اس کے پہلے اس کی طرف سے انجام دیے ہین، چنانچہ اسی اصول پر یہ مسئلہ مبنی ہے، کہ اگر کسی لونڈی کا اس کے مالک نے نکاح کر دیا، تو آزادی کے بعد اس کو اپنے نکاح کے قبول اور عدم قبول کا اختیار ہوگا، اسی طرح اگر کسی نابالغ کا نکاح اس کے اولیا نے کر دیا ہے، تو بلوغ کے بعد اس کو نئے سر سے اختیار حاصل ہوگا، اس صورت مین باپ دادا اور دوسرے اولیا کے درمیان احکام کے فرق و امتیاز کا کوئی سبب نہین معلوم ہوتا،

فقہ کی کتابون مین یہ لکھا ہے کہ چونکہ باپ کو اپنی اولاد سے سب سے زیادہ محبت ہوتی ہے، اور وہ ہر حال مین، اور ہر کام مین اپنی اولاد کی بھلائی ہی چاہتا ہے، اس لیے اس نے جو نکاح اپنی اولاد کا ان کی نابالغی

کی حالت مین کر دیا وہ بھی اس کی محبت و شفقت اور خیر خواہی ہی کی بنا پر ہے، اس لیے وہ فسخ نہین ہو سکتا، اور باپ نہ ہونے کی صورت مین یہی حال دادا کا ہوتا ہے، اس لیے اس کو بھی باپ ہی کا درجہ دیا گیا، اور ان دونون کے علاوہ بھائی یا چچا اور دوسرے رشتہ دارون کو وہ خالص محبت اور شفقت نہین ہوتی اس لیے وہ اگر نکاح کر دین تو بلوغ کے بعد وہ قابل ترمیم ہے،

اول تو یہ دلیل کوئی شرعی نہین محض عقلی ہے، اور عقلی ہونے کی صورت مین بھی ہر حال مین صحیح نہین ہے شادی بیاہ کا معاملہ دوسرے دنیاوی معاملات سے بالکل الگ ہے، یہ دو شخصون کی باہمی زندگی کا معاملہ ہے جس مین حسب و نسب، مال و دولت، حسن و جمال، عادات و اخلاق، طور و طریقہ، خواہش، مذاق جیسیون چیزون پر غور کرنے کی ضرورت ہے اور جنکے بارہ مین ہر شخص کی رائے دوسرے سے قطعاً مختلف ہوتی ہے، ایسی صورت مین باپ کے فیصلہ کو قطعی اور ناقابل ترمیم، قرار دینا کہان تک جائز ہے؟ اکثر فتوے ایسے ہوتے ہین جنمین یہ درج ہوتا ہے کہ باپ نے اولاد کی ناعمری مین شادی کر دی، بلوغ کے بعد جب ان کے جوہر کھلے تو تفریق، خلع اور طلاق کے فتوے پوچھے جاتے ہین،

عقلی دلیلون سے قطع نظر کر کے صرف ایک امام سرخسیؒ نے مبسوط مین ایک شرعی دلیل پیش کی ہے جس مین حضرت عائشہؓ کے واقعۂ نکاح سے استدلال کیا ہے، جسکا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے حضرت عائشہؓ کی صغر سنی مین ان کا نکاح آنحضرت صلعم سے کر دیا تھا، وہ جب بالغ ہوئین تو آنحضرت صلعم نے ان سے دریافت نہین فرمایا کہ تم کو یہ نکاح منظور ہے یا نہین، حالانکہ باپ کا نکاح اگر بلوغ کے بعد فسخ ہو سکتا تو آنحضرت صلعم ان کو ضرور اسی طرح اختیار دیتے، جس طرح ایلاء کے واقعہ کے بعد آنحضرت صلعم نے ان کو اور دوسری ازواج مطہرات کو اختیار دیا تھا[1]

سمجھ مین نہین آتا کہ امام موصوف نے کس طرح اس دلیل کو اس مسئلہ کے ثبوت کے لیے مناسب خیال فرمایا، مسئلہ یہ تو نہین ہے کہ جس لڑکی کا نکاح اس کی نابالغی کی حالت مین اس کے باپ نے اپنی ولایت مین کر دیا ہو

[1] مبسوط سرخسی ج ۴ ص ۲۱۳

اس کے شوہر پر فرض ہے کہ اپنی بیوی کے بالغ ہونے کے بعد اس سے استمزاج کرے اور اس کی مرضی دریافت کرے، اور اس کو اختیار دے، بلکہ مسئلہ یہ ہے کہ اگر کسی نابالغ کا نکاح باپ نے کر دیا، اور بالغ ہونے کے بعد وہ اس کو پسند نہین، تو وہ اس کو فسخ کر سکتا یا کر سکتی ہے یا نہین؟ ظاہر ہے کہ حضرت عائشہؓ نے اس عزت و شرف کو بدل وجان قبول کیا تھا، یہان تک کہ علحدگی کا اختیار ملنے پر بھی انھون نے اس شرفِ جاودانی سے کنارہ کشی گوارا نہ کی، اسلیے یہ واقعہ اس مسئلہ کے ثبوت پر دلیل نہین بن سکتا،

بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع کے مصنف ملک العلماء کاسانی حنفی المتوفی ۵۸۶ھ نے بھی اسی دلیل کو پیش کیا ہے، تاہم ساتھ ہی یہ لکھا ہے،

علی ان القیاس فی انکاح الاب والجد ان لا یلزم الا انھم استحسنوا فی ذلک لما روی ان رسول اللہ صلعم لما تزوج عائشةؓ وبلغت لم یعلمھا بالخیار بعد البلوغ ولوکان الخیار ثابتا لھا لاعلمھا[1]،	باوجود اس کے کہ باپ اور دادا کے نکاح کر دینے مین بھی قیاس یہی چاہتا ہے کہ وہ نکاح لازم اور ناقابل تبدیل نہ ہو لیکن فقہا رتے اس بارے مین اچھا ہی سمجھا، کیونکہ یہ روایت آئی ہے کہ آنحضرت صلعم نے جب حضرت عائشہ سے نکاح کیا، اور وہ بالغ ہوئین تو آپنے ان کو اس سے مطلع نہ کیا کہ بالغ ہونے کے بعد تم کو نکاح کے قبول وعدم قبول کا اختیار ہے اگر یہ اختیار ثابت ہوتا، اور یہ ان کا حق ہوتا، تو آنکو ضرور بتاتے،

علامۂ موصوف نے یہ لکھا ہے کہ "روایت مین یہ آیا ہے کہ آنحضرت صلعم نے حضرت عائشہؓ کو ان کے بلوغ کے بعد اختیار سے مطلع نہ کیا" حالانکہ اصل یہ ہے کہ اس کے متعلق کوئی ایجابی یا سلبی روایت موجود نہین ہے، بلکہ صرف اتنا ہے کہ حضرت عائشہؓ کو اس قسم کے اختیار دیئے جانے کی کوئی روایت نہین ہے، اگر اختیار دیا جاتا تو روایت ضرور ہوتی، لیکن اس کا جواب پہلے گذر چکا ہے، کہ اس اختیار کے لیے بالکل ضروری نہین ہے کہ بلوغ کے بعد اس سے استفسار یا استمزاج کیا جائے، یا اس کو اطلاع دیجائے،

[1] بدائع الصنائع جلد دوم صفحہ ۳۱۵ ، مصر،

بہرحال علامۂ موصوف کی تحریر سے یہ تو ثابت ہے کہ قیاس کا مقتضا یہی ہے کہ اگر باپ اور دادا بھی کسی نابالغ یا نابالغہ کا نکاح پڑھائین تو بلوغ اور سنِ شعور کو پہنچنے کے بعد ان کو قبول اور عدم قبول کا اختیار حاصل ہونا چاہیئے، یہ رائے تنہا ملک العلماء کاسانی کی نہین ہے بلکہ اس سے پہلے شمس الائمہ سرخسی المتوفی ۴۹۰ھ کی بھی یہی رائے ہے، بلکہ وہ یہی رائے اپنے سلف سے بھی نقل کرتے ہین، قاضی ابن سماعہ حنفی المتوفی ۲۳۳ھ جنھون نے امام محمد اور قاضی ابو یوسف کے علم کو دنیا مین شائع کیا، اور بیک واسطہ قاضی ابو یوسف کی جگہ خلافتِ عباسیہ کے قاضی القضاۃ مقرر ہوئے[1]، ان سے امام سرخسی نقل کرتے ہین[2]،

وابن سماعة ذکر فیہ قیاسا واستحسانا قال: فی القیاس یثبت لھا الخیار لانہ عقد علیھا عقد ایلزمھا تسلیم النفس بحکم ذلک العقد بعد زوال ولایة الاب فیثبت لھا الخیار کما لو زوجھا اخوھا ولکنا ترکنا القیاس للحدیث وکان الاب وافر الشفقة	ابن سماعہ نے اسمین قیاس اور استحسان کا ذکر کیا ہے، انھون نے کہا ہو کہ قیاس کی رو سے اس کیلیے اختیار ثابت ہے، کیونکہ اس نابالغہ کی نسبت ایک ایسا معاہدہ کیا گیا ہے جس کی بنا پر اس کو باپ کی ولایت کا عہد ختم ہونے پر اپنے آپ کو دوسرے کے سپرد کر دینا پڑے گا، تو ایسی حالت مین اس کے لیے اختیار ثابت ہے، جس طرح کہ اگر اس کا نکاح اس کے بھائی نے کر دیا تو بلوغ کے بعد اس کو اختیار حاصل ہوگا، (اسی طرح باپ اگر نکاح کر دے تو بلوغ کے بعد اس کو بھی اختیار حاصل ہونا چاہیئے) لیکن ہم نے اس قیاس کو اس حدیث کی بنا پر چھوڑ دیا، اور اس بنا پر (اور باپ زیادہ شفیق ہوتا ہے)

اس عبارت مین جس حدیث کا حوالہ ہے، وہ وہی حضرت عائشہؓ والا واقعہ ہے، جس کا اس مسئلہ سے بے تعلق ہونا واضح کیا جا چکا، اس بنا پر قیاسِ شرعی کو اپنی حالت پر باقی رہنا چاہیئے، "خیارِ بلوغ" کا کوئی تصریحی بیان، ایجاباً یا سلباً احادیث و سنن مین موجود نہین ہے، اس لیے اس کے طے کرنے کے لیے ضرورت ہے کہ عام اصول شرعی کی طرف توجہ کیجائے، عام شرعی اصول اس باب مین یہی ہے

[1] طبقات الحنفیہ ابن قتلوبغا الحنفی صفحہ ۴۴، لیزیگ، [2] مبسوط جلد ۴ ص ۲۱۳،

کہ عورت اور مرد دونون کی اجازت ضروری ہے، اگر لڑکی کنواری ہے، تو سکوت اور خاموشی اسکی اجازت کی قائم مقام ہوگی، اور اگر وہ ایک دفعہ کی بیاہی ہوئی ہے تو اس کی تصریح بھی اجازت ضروری ہے، اور مرد کے لیے ہر حال مین تصریح کی حاجت ہے، یہ فطرت اور شرع دونون کا اصول ہے، کہ نابالغ اور جو سن شعور کو نہین پہنچے انکی رضامندی اور منظوری کا، اس وقت تک اعتبار نہین کیا جاتا ہے جب تک وہ بالغ نہ ہون، اور سن شعور کو نہ پہنچ لین، اور جب وہ بلوغ اور سن شعور کو پہنچ جائین تو پھر ان کو اپنے معاملات کا اختیار ہوتا ہے، اس بنا پر وہ تمام معاملات جو اُن کی نابالغی مین ان کے متعلق کئے گئے، ان پر نظر ثانی کا ان کو اختیار ہونا چاہیے،

حدیثون مین ان لڑکیون کے جتنے واقعے مذکور ہین جنھون نے اپنے باپ کے خلاف اپنے نکاح کا مقدمہ بارگاہ نبوی مین پیش کیا ہے، اور جن کی تفصیل مضمون کے دوسرے اور تیسرے نمبر مین گذر چکی ہے، ان مین کسی مین بھی یہ نہین ہے، کہ آنحضرت صلعم نے یہ سوال فرمایا ہو کہ تمھارا نکاح حالت بلوغ مین تمھارے باپ نے کر دیا تھا، یا نابالغی مین، اگر تمھارے بلوغ کی حالت مین کر دیا گیا ہے تو تم فسخ کر سکتی ہو، اور اگر نابالغی مین کر دیا ہے تو اب فسخ ہونا محال ہے، بلکہ بلا استثنا اس قسم کے ہر نکاح کو جب لڑکیون نے آپ کی خدمت والا مین پیش کیا ہے، آپ نے ہمیشہ انھین کی مرضی کے مطابق فیصلہ کیا ہے، اور بلوغ و عدم بلوغ کا، نکاح کے متعلق کوئی سوال درمیان مین نہین آیا ہے،

امام طحاوی نے ابن شبرمہ تابعی کی طرف یہ رائے منسوب کی ہے کہ وہ اس بات کے قائل تھے کہ صغیر السن بچون کے نکاح کا کوئی حق باپ کو نہین ہے، اور اگر وہ کر دے تو بلوغ کے بعد ان کو اس کے فسخ کا اختیار ہوگا،[1] لیکن چونکہ حضرت عائشہؓ کا واقعہ مذکور ہے، اس بنا پر علامہ ابن حزم ظاہری نے نابالغ لڑکیون کی نسبت باپ کو اختیار دیا ہے کہ وہ ان کا نکاح کر دیسکتا ہے، مگر نابالغ لڑکون کا نکاح وہ کسی حال مین نہین کر سکتا، اور اگر کر دیگا وہ فسخ ہو جائیگا، اور ایک جماعت نے اس مسئلہ مین ابن حزم ہی کے قول کو اختیار کیا ہے۔[2]

[1] عینی علی البخاری جلد ۹ صفحہ ۱۹۱ سنہ بحوالہ مذکور،

متاخرین فقہائے حنفیہ نے اس مسئلہ مین یہان تک تشدد کیا ہے کہ اگرچہ باپ دادا نے نابالغ لڑکی کا نکاح کسی غیر کفو مین یا خاندانی مہر سے کم پر بھی کر دیا ہے تو یہ نکاح لازم ہو جائے گا،

درمختار مین ہے،

وللولی انکاح الصغیر والصغیرة جبرًا ولو ثیبا کمعتوہ ومجنون شہرا ولزم النکاح ولو بغبن فاحش او زوجہا بغیر کفو ان کان الولی ابا او جدًّا (کتاب الاولیاء)

ولی کو کم سن لڑکے اور لڑکی کے جبرًا نکاح کر دینے کا حق حاصل ہے، اگرچہ اس نابالغ لڑکی کا ایک دفعہ پہلے بھی نکاح ہو چکا ہو،...... اور یہ نکاح لازم ہوگا، اگرچہ حد سے زیادہ کمی مہر کے ساتھ اس نے کر دیا ہو، یا غیر کفو سے کر دیا ہو، بشرطیکہ یہ ولی باپ یا دادا ہو،

حالانکہ یہی مسئلہ فقہ حنفی کی اصولی کتابون مین ان الفاظ مین ہے،

رجل زوج ابنتہ وہی صغیرة علی عشرة دراہم ومہر مثلہا الف او زوج ابنا لہ وہو صغیر بمائة الف ومہر مثلہا عشرة الاف جائز (جامع صغیر امام محمد صفحہ ۳۸)

ایک شخص نے اپنی کمسن لڑکی کا نکاح دس درہم پر کر دیا اور اس کا خاندانی مہر ایک ہزار تھا، یا اپنے کمسن لڑکے کا نکاح ایک ایسی لڑکی سے جسکا خاندانی مہر دس ہزار تھا، ایک لاکھ مہر پر کر دیا تو یہ جائز ہوگا،

امام محمد تو یہ فرماتے ہین کہ ایسا کرنا جائز ہوگا، یعنی نکاح مین کوئی فساد نہ ہوگا، مگر متاخرین نے "جائز" کی جگہ لازم کر دیا جس کے یہ معنی ہین کہ بلوغ کے بعد لڑکے اور لڑکی کو اس سے کسی طرح چھٹکارے کا اختیار نہ ہوگا، حالانکہ اصل مسئلہ کی رو سے، یہ نکاح صرف جائز قرار پاتا ہے، لازمی اختیار نہین پاتا، اور اس پر قاضی ابو یوسف اور امام محمد نے امام ابو حنیفہ سے اس مسئلہ مین اختلاف کیا ہے، اور فرمایا ہے کہ اگر باپ ایسا کرے تو یہ جائز نہ ہوگا (جامع صغیر امام محمد ۳۸) ایسی حالت مین فقہائے متاخرین کا باپ کو اتنا استبدادی حق دینا کہان تک درست ہو سکتا ہے؟

بااین ہمہ فقہائے متاخرین نے ایسے باپ اور دادا کے لیے جنکو یہ استبدادی حق دیا ہے، ایک شرط

لگا دی ہے، اور وہ یہ ہے، کہ بشرطیکہ وہ بدتدبیر (سیئی الاختیار) مشہور نہ ہوں،

لم يعرف سوء الاختيار مجانة وفسقا وان عرف لا يصح النكاح اتفاقا وكذا لو كان سكران فزوجها من فاسق او شرير او فقير او ذي حرفة دنيئة لظهور سوء اختياره لا،

یہ اختیار ایسے باپ اور دادا کو ہے جس کی بدتدبیری ریا سو بے پروائی یا فسق و فجور کی بنا پر مشہور نہ ہو، اور اگر مشہور ہو تو یہ نکاح بالاتفاق صحیح نہ ہوگا، اور اسی طرح اگر وہ نشہ میں ہو اور اس نے کسی فاسق یا شریر سے یا فقیر سے یا ذلیل پیشہ سے کر دیا تو بھی درست نہ ہوگا، بدپسندی ظاہر ہو چکی،

"سوء اختیار" کے معنی یہ ہیں کہ جسکی پسند اور رائے انتخاب بہتر نہو اسی کے ساتھ شامی میں ہے،

وفي شرح المجمع حتى لو عرف من الاب سوء الاختيار لسفهه او لطمعه لا يجوز عقده اجماعاً (ص ۲،۷۰)

شرح مجمع میں ہے کہ اگر باپ کا سوء اختیار بوجہ اس کی بیوقوفی کے یا اس کی طمع معلوم ہو تو اس کا عقد کر دینا بالاتفاق صحیح نہ ہوگا،

یعنی اگر یہ معلوم ہو کہ بیوقوف ہونے کی وجہ سے اس کی انتخابی رائے درست نہیں ہوتی ہے، یا کسی طمع اور لالچ میں اگر دیدہ و دانستہ اس نے کسی ایسے شخص سے نکاح کر دیا جو لڑکی کے لیے موزون نہ تھا تو یہ نکاح ناجائز ہوگا،

یا اگر کسی ایسے شخص سے کر دیا جس نے یہ ظاہر کیا کہ وہ شرابی نہیں ہے، اور پھر بعد کو ثابت ہوا کہ وہ ہے اور لڑکی خود نیک اور صالح ہے اور اس کے خاندان کے اکثر لوگ صالح ہیں، تو یہ نکاح بھی باطل ہوگا، اسی طرح اگر کسی شخص کے متعلق اس کا خیال تھا کہ وہ شریف اور خاندانی آزاد ہے، اور بعد کو ثابت ہوا کہ وہ غلام رہ چکا ہے تو بھی نکاح باطل ہوگا،

ان فروع سے کلیہ یہ سمجھ میں آتا ہے، کہ اگر باپ بیوقوف ہو، یا نشہ کی وجہ سے اس وقت اس کی عقل درست نہ ہو، یا اس نے لڑکے کے کفو سمجھنے میں دھوکا کھایا ہے، یا کسی ذاتی لالچ میں اگر اس نے اس

نکاح سے لڑکی کو نقصان پہنچایا ہو، تو لڑکی کے مطالبہ پر ایسا نکاح باطل قرار دیا جائے گا،

تیسرا مسئلہ اگر باپ اور دادا کے علاوہ کسی اور ولی نے مثلاً بھائی یا چچا نے کسی نابالغ اور نابالغہ کا نکاح کر دیا ہے تو بلوغ کے بعد ان کو اس کے رد کر دینے کا اختیار حاصل رہے گا، ایسی صورت میں فقہاء کی تصریح کے مطابق ایسی لڑکی اگر کنواری ہے یعنی ہنوز اپنے شوہر سے خلوت میں نہیں ملی ہے، تو بلوغ کے بعد فوراً ہی اسی لمحہ اسکو اپنی رضامندی کا اظہار کر دینا چاہیئے، یا اگر اس کو پہلے سے معلوم نہ ہو تو جس وقت بلوغ کے بعد اس کو اطلاع ہو اس کو چاہیئے کہ فوراً انکار کر دے، اور اگر اس نے بلاطبعی یا جبری عائق و مانع کے فوراً اپنی نارضامندی کا اظہار نہ کیا، اور سکوت کیا تو یہ اس کا سکوت اس کی رضامندی پر محمول کیا جائے گا، اور بعد کو اسے کوئی اختیار حاصل نہ ہوگا،

لیکن اگر لڑکی گو صغیرسن ہو تاہم وہ اپنے کسی پہلے شوہر کے ساتھ یا اپنے اسی شوہر کے ساتھ خلوت میں مل چکی ہو، تو بلوغ کے بعد اس کی رضامندی کے اظہار کے لیے تنہا سکوت کافی نہ ہوگا، بلکہ جب تک وہ لفظوں میں اپنی رضامندی ظاہر نہ کر دے، یا اپنے افعال و حرکات سے اس رضامندی کا ثبوت نہ دے، مثلاً وہ مہر یا نان و نفقہ طلب کرے، یا خلوت میں اس سے ملے، تب تک اس کی رضامندی ثابت نہ ہوگی، اور اس کو رد اور فسخ کا قطعی اختیار رہے گا، یہی حال لڑکے کا بھی ہے کہ اس کی خاموشی بھی اس کی رضامندی کا ثبوت نہ ہوگی بلکہ جب تک وہ لفظوں سے یا اپنے عمل سے رضامندی کا اظہار نہ کر دے، اس وقت تک اس کو اپنے اس نکاح کے فسخ کا اختیار حاصل ہے،

اس تفصیل سے یہ معلوم ہوگا، کہ نابالغہ کے بالغہ ہونے کے بعد اس کی رضامندی کے اظہار کی وہی صورتیں ملحوظ رکھی گئی ہیں، جو نفس بالغہ کے نکاح میں شریعت نے بتائی ہیں، یعنی یہ کہ کنواری خاموش ہے تو بھی اس کی رضا سمجھی جائے گی، لیکن ثیبہ کے لیے ضروری ہے کہ وہ لفظوں میں رضامندی کا اظہار کرے، اس کے ساتھ یہ بھی معلوم ہے کہ بالغہ لڑکی خواہ کنواری ہو یا ثیبہ ہو اگر اس کی رضا اور اجازت

کے بغیر باپ نکاح کر دے تو فسخ کرا سکتی ہے، پھر جب ایسی نابالغہ بالغ ہو جائے جس کے باپ نے اس کے بچپن مین اس کا نکاح کر دیا، اور بالغ ہو کر جب وہ اپنے ارادہ کے اظہار پر قادر ہوئی تو کیون اوسکو یہ اختیار نہ ملے گا، اور اس کا یہ اختیار کیون سلب ہو جائے گا؟

نابالغہ کو اپنے نکاح کے متعلق قبول وعدمِ قبول کے اظہار کا حق ملنے کے لیے فقہائے احناف نے یہ ضروری قرار دیا ہے کہ بلوغ کی ماہانہ علامت ظاہر ہو، اور جس وقت یہ علامت ظاہر ہو اسی وقت فوراً انکار کر دے، مگر امام طحاوی نے ایک اثر بیان کیا ہے، جس سے ثابت ہوتا ہے کہ علامتِ ماہانہ کے ظاہر ہونے سے پہلے بھی اگر اس کو عقل وتمیز آگئی ہے تو وہ اپنا مدعا ظاہر کر سکتی ہے،

اس حدیث کا واقعہ یہ ہے کہ "حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت کے زمانہ مین لوگ ایک شخص کو گرفتار کر کے لائے، اور بیان کیا کہ ایک کھنڈر مین یہ اس لڑکی کے ساتھ پایا گیا ہے، اور لڑکی کا دامن خون سے تر تھا، آپ نے مرد سے واقعہ دریافت کیا تو اس نے کہا کہ یا امیر المومنین! یہ میرے چچا کی لڑکی ہے، اور میرے آغوشِ تربیت مین ہے اور یتیم ہے، اور دولتمند ہے، مین مسن ہو گیا ہون اور میرے پاس کوئی دولت نہین ہے، مجھے خوف ہوا کہ اگر یہ بالغ ہو گئی (ان ھی ادرکت مادرک النساء) تو یہ مجھے پسند نہ کرے تو مین نے اس سے بیاہ کر لیا، اور یہ ردتی ہے، حضرت علیؓ نے اس لڑکی سے دریافت فرمایا کہ کیا تو نے اس شخص سے بیاہ کیا ہے، اس موقع پر تو کچھ لوگ تو اس کو یہ سکھانے لگے، ہان کر دے، اور کچھ کہنے لگے کہ نہین کہدے، لیکن لڑکی نے خود ہان کر دیا، حضرت علیؓ نے اس مرد سے کہا کہ اپنی عورت کا ہاتھ پکڑ لے[1]"

امام طحاوی نے اس واقعہ سے احناف کے اس مسئلہ پر ثبوت پیش کیا ہے کہ یتیم لڑکیون کا نکاح نابالغی مین بھی کیا جا سکتا ہے، لیکن اگر اس سے یہ مسئلہ ثابت ہوتا ہے، تو کیا یہ ثابت نہین ہوتا کہ نابالغہ کو اقرار وانکار کے لیے حقیقی بلوغ (ماہانہ علامت) سے پہلے بھی اگر اس مین عقل وتمیز ہو تو اسکو اقرار یا انکار کا موقع دیا

[1] معتصر مختصر مشکل الآثار صفحہ ۱۷۸، حیدرآباد،

احادیث صحیحہ مین کنواری اور کمسن یتیم لڑکیون کے نکاح کے متعلق جو احکام موجود ہین، ان مین ان کی رائے دریافت کرنے اور ان کی رضامندی حاصل کرنے کا بھی صاف وصریح حکم موجود ہے، اور ان مین کہین یہ اشارہ تک بھی نہین ہے کہ ان کی اپنی رضامندی کے اظہار کے لیے اور ان کو انکی رائے کے دریافت کرنے کا حق ملنے کے لیے بلوغ کی ماہانہ علامت کے ظاہر ہونے کی ضرورت ہے، بلکہ عام عقلِ انسانی کی بنا پر یہ ظاہر ہے، کہ یہ رائے ای سے دریافت کیجائے گی جسمین عقل وتمیز اور رشد آگیا ہے، اس بنا پر نابالغہ کو بھی جب وہ اپنے سن شعور کو پہنچ جائین، اپنے متعلق اظہار رائے کا اختیار ہوگا

قرآن پاک کی اس آیت کریمہ نے جسمین یتیمون کو ان کی جائداد اور مال پر حق دینے کا ذکر ہے یہ صاف بتادیا ہے کہ یہ حق ان کو کب ملے گا،

حتی اذا بلغوا النکاح فان انستم منھم رشداً جب وہ نکاح کی عمر کو پہنچ جائین پھر اگر تم ان مین عقل وتمیز دیکھو

یہ آیت نابالغہ کو اپنے اوپر حق حاصل ہونے کے لیے بھی دلیل راہ بن سکتی ہے، اور یہ کہا جا سکتا ہے کہ نابالغہ جب نکاح کی عمر کو پہنچے اور اس مین شعور اور تمیز پیدا ہو جائے، اس کو اپنی نسبت فیصلہ کا اختیار ہوگا،

اسی طرح یہ کہنا کہ کنواری لڑکی (باکرہ) علامت ماہانہ کے پانے کے بعد فوراً ہی انکار کرے تو اس کا یہ انکار معتبر ہوگا، ورنہ نہین، اور اگر اس نے اس وقت سکوت کیا، اور تھوڑی دیر کے بعد اس نے انکار کیا تو اس کا اعتبار نہ ہوگا، اور وہ عارضی سکوت اسکی رضامندی کے قائم مقام بنجائے گا، یہی محل غور ہے،

اس مسئلہ کا ماخذ یہ حدیث ہے کہ "البکر تستأمر واذنھا صماتھا" یعنی آپ نے فرمایا کہ کنواری لڑکیون سے اجازت لے لیجائے، لوگون نے عرض کی کہ یا رسول اللہ صلعم کنواری جواب دینے مین شرماتی ہے آپ نے فرمایا کہ اس کی خاموشی اس کی اجازت ہے"، مگر ظاہر ہے کہ سوال پر شرم وحیا کے سبب سے خموشی اور سکوت تو اجازت اور رضامندی کا قرینہ ہو سکتا ہے، مگر بلا سوال کے خاموشی اور سکوت کو کسی طرح اجازت اور رضامندی کا قرینہ نہین بنایا جا سکتا، اس لیے اس کو بھی ثیبہ کی طرح اپنی رائے کے اظہار کا موقع اس وقت تک حاصل

رہنا چاہیے جب تک اس سے کوئی ایسا فعل صادر نہ ہو جو اسکی عملی رضامندی کو ظاہر کرے، مثلاً یہ کہ وہ شوہر کے پاس جائے، زن و شو کے تعلقات اختیار کرے، نان و نفقہ اور مہر طلب کرے، یا لفظون مین رضامندی کا اظہار کر دے، وغیرہ، یا یہ کہ وہ حدیث کے مطابق ولی کے پوچھنے یا دریافت کرنے پر سکوت اختیار کرے،

اسی طرح وہ کنواری لڑکی جس کے ولی نے اس کی نابالغی مین اس کا کسی سے نکاح کر دیا، اور اس کو اپنے بلوغ تک اس کی خبر نہ ہوئی، تو اس کے لیے یہ قرار دینا کہ سننے کے ساتھ ہی اس کو اگر انکار کرنا ہے تو انکار کر دے ورنہ لازم ہو جائے گا، ایک صریح ظلم ہے، اتنے بڑے اہم معاملہ کے فیصلہ کے لیے اس کو چند لمحون کا بھی موقع دینا، کہانتک درست ہو سکتا ہے، اس لیے اس کی رضامندی یا عدم رضامندی کے اظہار کے وہی طریقے ہو سکتے ہین جو اوپر بیان ہوئے،

یہ ظاہر ہے کہ "خیارِ بلوغ" کا کوئی تصریحی حکم شرع مین موجود نہین ہے، اس کا استنباط صرف اس طرح ہوتا ہے کہ شرع نے لڑکی اور لڑکے کی منظوری اور اجازت نکاح کے لیے ضروری قرار دی ہے، اور قرآنِ پاک کی آیت حتی اذا بلغوا النکاح فان آنستم منھم رشدا اور عام عقل سے بھی یہ ثابت ہوتا ہے کہ بچون اور کمسنون کی رائے کا اعتبار نہین، اسلیے جب وہ رائے اور اعتبار کے قابل ہون، تب ان سے رائے اور اجازت لی جائے یا وہ خود قولاً یا عملاً ظاہر کرین، اسی کا نام "خیارِ بلوغ" ہے،

قرآن پاک اور حدیث مین بعض دوسری تخیرون کا ذکر موجود ہے، مثلاً تخیرِ طلاق، یا خیارِ عتق، کیون نہ انھین دونون خیارون پر خیارِ بلوغ کے احکام بھی قیاس کیے جائین، آنحضرت صلعم کی تخیر کا واقعہ حدیث کی کتابون مین مصرح موجود ہے، صحیح بخاری مین ہے کہ آپ نے حضرت عائشہؓ سے فرمایا، کہ مین تم سے ایک بات کہتا ہون، مگر اس کا جواب جلدی سے نہ دیدینا، بلکہ اپنے والدین سے بھی دریافت کر لینا، اس کے بعد آپ نے تخیر کی آیتین پڑھ کر سنائین، غور کیجئے کہ مرد عورت کو یہ اختیار دیتا ہے کہ وہ چاہے علٰحدگی قبول کرے یا

بدستور نکاح مین باقی رہے، لیکن اس کا فیصلہ اس سے فوراً نہین مانگا جاتا ہے، بلکہ اوس کو غور اور مشورہ کی مہلت دیجاتی ہے، پھر اس عورت کو یہ مہلت کیون نہ ملے جس کا نکاح اس سے پوچھے بغیر بچپن مین کسی ولی نے کر دیا ہے اور وہ ابھی بالغ ہوئی ہے، اور خصوصاً اس لڑکی کو جسکو ابھی اپنے نکاح کا علم ہوا ہو،

خیارِ عتق کا مسئلہ یہ ہے کہ اگر کوئی لونڈی ہو، اور اس کا نکاح اس کے ولی نے اپنی رضامندی سے کر دیا ہو، تو آزادی کے بعد اس لونڈی کو اختیار ہوگا کہ وہ اپنے اس نکاح کو باقی رکھے یا توڑ دے، احناف نے بھی اس لونڈی کو آخرِ مجلس تک غور کی مہلت دی ہے، مگر حدیث مین اسکی مدت اس وقت تک بتائی گئی ہے، جب تک وہ عملاً اسکا فیصلہ نہ کر دے اور اگر لفظاً فیصلہ کر دیا تو وہ تو ظاہر ہی ہے کہ معتبر ہوگا، سننِ ابی داؤد مین ہے جسکا عنوان باب یہ ہے،

حتی متی یکون لھا الخیار	اس لونڈی کو اختیار کب تک رہیگا،

متنِ حدیث یہ ہے،

عن عائشۃؓ ان بریرۃ اعتقت وھی عند مغیثٍ عبدٍ لآل ابی احمد فخیرھا رسول اللہ صلعم وقال لھا ان قربک فلا خیار لک	حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ بریرہ آزاد کی گئی، اور وہ مغیث کی زوجیت مین تھی جو ابو احمد کے خاندان کا ایک غلام تھا تو آپ نے اس کو اختیار دیا، اور فرمایا کہ اگر وہ تجھ سے مقاربت کریگا تو پھر تجکو اختیار نہ رہے گا،

اس کے ساتھ باکرہ اور ثیبہ کے اظہارِ رضامندی کے متعلق جو مشہور حدیث بار بار گذر چکی ہے، اس کو بھی خیال مین رکھنا چاہیے کہ پوچھنے پر اگر شوہر سے نہ ملی ہوئی (باکرہ) لڑکی شرم سے خاموشی اختیار کرے تو یہ خاموشی رضامندی سمجھی جائے گی، اور اگر وہ ثیبہ (اس شوہر سے یا کسی شوہر سے مل چکی ہوئی) ہے، تو اس کی خاموشی رضامندی کی قائم مقام نہ ہوگی، بلکہ اس کو قولاً یا عملاً اظہار کرنا پڑے گا،

القضا فی الاسلام

یعنی

اسلام مین فیصلہ مقدمات،

(۳)

از مولانا عبد السّلام صاحب ندوی،

ماہرین فن کی شہادت بعض معاملات کو کسی خاص فن سے تعلق ہوتا ہے اس لیے ان مین اس فن کے ماہرین کی شہادت ضروری ہوتی ہے، اور اسلام مین بھی اس قسم کے معاملات مین ان کی شہادت ضروری قرار دی گئی ہے، یہان تک کہ ان معاملات مین ایک کافر طبیب یا ڈاکٹر کی تنہا شہادت بھی قبول کرلیجاتی ہے البتہ ایک خاص ماہر فن یعنی قیافہ شناس کی شہادت مین اختلاف ہے جہانتک روایات کا تعلق ہے، اسلام مین قیافہ شناسون کی شہادت تسلیم کی گئی ہے اور خود رسول اللہ صلعم نے اس کو درجہ اعتبار دیا ہے، مثلاً حضرت اسامہؓ کے باپ زیدؓ گورے اور وہ سیاہ تھے اس لیے لوگون کو اس کے نسب مین شبہہ تھا، لیکن ایک بار دونون ایک چادر سے سر کو ڈھانک کر سوئے ہوئے تھے، اور دونون کے پانون کھلے ہوئے تھے، اسی حالت مین ایک قیافہ شناس نے دونون پانون کو دیکھکر کہا کہ یہ پانون ایک دوسرے سے مشابہ ہین؛ چونکہ اس سے یہ اشتباہ رفع ہوجاتا تھا اس لیے رسول اللہ صلعم نے اس کی شہادت کو نہایت مسرت کے ساتھ قبول کیا،[۱]

[۱] الطرق الحکمیہ صفحہ ۱۹۷

ایک بار ایک عورت کے بچہ پیدا ہوا تو دو شخص اس کے مدعی ہوئے حضرت عمرؓ نے قیافہ شناس کی شہادت سے اس کے نسب کا فیصلہ کیا،[۱] اسی قسم کے فیصلے اور صحابہؓ سے بھی منقول ہین لیکن بعض ائمہ قیافہ شناس کی شہادت کو قبول نہین کرتے کیونکہ اس کی بنیاد تمامتر دو شخصون کی باہمی مشابہت پر ہے اور مشابہت ایک ایسی چیز ہے جو کبھی دو اجنبیون مین تو ہوتی ہے، اور دو قرابتدارون مین نہین ہوتی، اس لیے اس پر اعتماد نہین کیا جاسکتا[۲] سب سے بڑی بات یہ ہے کہ قیافہ شناس کی حیثیت یا گواہ کی ہوگی یا حاکم کی، اگر یہ تسلیم کرلیا جائے کہ اسکی حیثیت ایک گواہ کی ہے تو اس کی شہادت کا دارمدار صرف معاینہ پر ہوگا، اور یہ معاینہ ایک ایسی چیز ہے، جس مین وہ اور تمام لوگ یکسان حیثیت رکھتے ہین، اس لیے اگر اس کی شہادت تمام لوگون کے خلاف ہے تو اس کی حیثیت اس شخص کی شہادت کی ہوگی، جو ایک مجمع مین شریک ہوکر ایک ایسے معاملہ کے متعلق تمام لوگون کے خلاف شہادت دے رہا ہے جو اگر واقع ہوا ہوتا تو تمام لوگ اس شہادت مین اس کے شریک ہوتے اور مجمع کے خلاف اس قسم کی تنہا شہادت مقبول نہین ہے، لیکن اگر قیافہ شناس کو حاکم مان لیا جائے، تو اس کے فیصلہ کی کوئی وجہ ہونی چاہیے، اور اس معاملہ مین معاینہ اور مشابہت کے سوا کوئی دوسری وجہ نہین ہے اور یہ ثابت ہوچکا ہے کہ یہ دونون چیزین فیصلے کی بنیاد قرار نہین پاسکتین،[۳] اس کے علاوہ مشابہت ایک ایسی چیز ہے جس کا تمامتر تعلق حواس سے ہے ایسی حالت مین اگر وہ مشاہدۃً معلوم ہوسکے تو قیافہ شناس کی ضرورت ہی نہین، اور اگر مشاہدۃً معلوم نہ ہوسکے تو قیافہ شناس کی شہادت بھی مقبول نہین ہوسکتی،[۴] لیکن یہ تمام دلائل بادر ہوا ہین، کیونکہ،

(۱) یہ بے شبہہ صحیح ہے کہ مشابہت ایک ایسی چیز ہے جو کبھی دو اجنبیون کے درمیان تو ہوتی ہے اور دو قرابتدارون کے درمیان نہین ہوتی لیکن اکثر مشابہت دو قرابتدارون ہی مین ہوتی ہے اور فیصلون کی بنیاد اسی اکثریت پر ہے،

[۱] الطرق الحکمیہ صفحہ ۱۹۷، [۲] ایضاً صفحہ ۱۹۷، [۳] ایضاً صفحہ ۲۰۳، [۴] ایضاً صفحہ ۲۰۷-۲۰۸،

(۲) اس معاملہ مین قیافہ شناس کی حیثیت حاکم کی نہین بلکہ صرف ایک گواہ کی ہے، لیکن بعض چیزین ایسی ہوتی ہین کہ تمام مجمع مین سے اس چیز پر صرف ایک ہی شخص کی نگاہ پڑتی ہے، مثلاً عید کا چاند تمام لوگ دیکھتے ہین لیکن اُس پر نگاہ صرف ایک ہی یا دو شخصون کی پڑتی ہے اور شریعت ان کی شہادتون کو قبول کر لیتی ہے، ایک چیز کی مقدار کو ہر شخص دیکھتا ہے، لیکن اس کے وزن، پیمانہ، اور قیمت کا تخمینہ مخصوص اہل نظر ہی کر سکتے ہین، ایک قطعۂ زمین کا معائنہ ہر شخص کر سکتا ہے، لیکن اس کا فیصلہ صرف انجنیر ہی کر سکے گا کہ اس پر کس قسم کی عمارت تعمیر کیجا سکتی ہے، قیافہ شناس بھی اسی قسم کا ایک شخص ہے جو شخصون کی مشابہت کو اور لوگون سے بہتر طریقہ پر معلوم کر سکتا ہے، اس لیے اس کی شہادت اور تمام لوگون سے زیادہ معتبر ہوگی،

(۳) مشابہت کا تعلق بے شبہہ حواس و مشاہدہ سے ہے، لیکن جو چیزین حواس سے معلوم ہو سکتی ہین ان کی دو قسمین ہین، ایک تو وہ جس مین عام و خاص سب یکسان ہوتے ہین، مثلاً سیاہی، سفیدی، لمبائی اور چوڑائی وغیرہ اور ان اوصاف کے متعلق اگر کوئی شخص تمام لوگون کے خلاف شہادت دے تو اس کی شہادت مقبول نہین ہوگی، لیکن بعض محسوس چیزون کی حالت ان سے مختلف ہوتی ہے، مثلاً پہلی تاریخ کا چاند، اگرچہ ایک محسوس چیز ہے، لیکن ہر شخص اس کو نہین دیکھ سکتا، دو شخصون کی باہمی مشابہت بھی انھین محسوس چیزون مین ہے جو باوجود محسوس ہونے کے نہایت مخفی ہوتی ہین، اس لیے اسکے متعلق صرف مخصوص لوگون ہی کی شہادت قبول کیجا سکتی ہے[1]، بہر حال مشابہت ایک ایسی چیز ہے، جس کے ذریعہ سے اشخاص کا نسب ثابت کیا جا سکتا ہے، کیونکہ نسب کا سبب مرد اور عورت کا اختلاط ہے، اور وہ اکثر اس قدر مخفی طریقہ پر ہوتا ہے کہ قریبی رشتہ دارون کو بھی اس کی اطلاع نہین ہو سکتی، اس لیے اگر ثبوتِ نسب کے لیے شہادت ضروری قرار دیجائے تو اس کا بہم پہنچانا غیر ممکن ہو جائے گا، اور لوگون کے نسب مین سخت خرابیان پیدا ہو جائین گی، یہی وجہ ہے کہ شریعت نے نسب کو نہایت آسان دلائل سے ثابت کرنا چاہا ہے، اور دو شخصون کی باہمی

[1] الطرق الحکمیہ صفحہ ۲۰۶ ۔

مشابہت بھی انھین آسان دلائل مین ہے، اس لیے وہ اس کے متعلق ایک صاحب بصیرت یعنی قیافہ شناس کی شہادت کو قبول کر لیتی ہے[1] البتہ اگر کوئی مخالف دلیل اس سے زیادہ قوی ہو تو شریعت اس کے مقابلہ مین مشابہت کو ثبوتِ نسب کا سبب قرار نہین دے گی، مثلاً ایک عورت اگر ایک خاص شخص کے نکاح مین ہے، لیکن اسکی اولاد کسی دوسرے شخص کے مشابہ ہے تو اس حالت مین شریعت صاحب نکاح ہی سے اس کا نسب ملحق کریگی کیونکہ نکاح اور شب و روز کی باہمی اجتماعی زندگی کو ثبوتِ نسب مین مشابہت سے زیادہ دخل ہے، اس قسم کے اہلِ فن کی شہادت کے متعلق نصابِ شہادت کے پورے ہونے کی بھی ضرورت نہین ہے، مثلاً اگرچہ یہ بہتر ہے کہ بوقتِ ضرورت دو طبیبون یا ڈاکٹرون کی شہادت لی جائے، لیکن صرف ایک طبیب یا ایک ڈاکٹر کی شہادت بھی کافی ہو سکتی ہے[2] اور اس معاملہ مین اسلام کی قید بھی ضروری نہین بلکہ ایک کافر ڈاکٹر کی شہادت کو بھی قبول کیا جا سکتا ہے،

گواہون کی تعداد اسلام مین گواہون کا عام نصاب کم از کم دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتون سے پورا ہوتا ہے، لیکن بعض صورتین ایسی ہین جنمین یہ تعداد دوگنی ہو جاتی ہے، مثلاً اگر کوئی شخص مرتکبِ زنا ہو تو اس شرعی جرم کے اثبات کے لیے شریعت نے چار گواہون کی تعداد مقرر کی ہے کیونکہ زنا ایک شدید ترین جرم ہے، اور اس پر مقررہ سزا کا دینا واجب اور ضروری ہے لیکن اسی کے ساتھ کسی شخص پر زنا کی تہمت لگانا بھی سخت گناہ ہے، اور اس سے ایک شخص کی عزت و آبرو کو سخت صدمہ پہنچتا ہے، اس لیے یہ جرم بھی کچھ کم قابلِ مؤاخذہ نہین، اب اگر کوئی شخص کسی شخص پر زنا کا الزام لگاتا ہے تو عدالت کے سامنے دو مجرم کھڑے ہوتے ہین، اور اس حالت مین اگر حاکم الزام لگانے والے کو سزا دیتا ہے تو وہ کہتا ہے کہ مین زنا کا گواہ ہون مجرم نہین، اور اگر ملزم سے مواخذہ کرتا ہے تو وہ گواہ ہی پر زنا کے اتہام لگانے کا جرم عائد کرتا ہے، اور اس کو مستحقِ سزا قرار دیتا ہے، اب ان دونون کی سزا مین تعارض واقع ہوتا ہے تو اس صورت مین قانون کا یہ فرض ہے کہ دونون جرائم کے حدود الگ الگ کر دے، اور شریعت اسلام نے

[1] الطرق الحکمیہ صفحہ ۲۰۷ [2] ؎ ر صفحہ ۲۱۱

گواہون کی کثرت سے ان کے درمیان حدِ فاصل قائم کی ہے، اس لیے اگر زنا کے گواہ زیادہ تعداد مین ہونگے تو شہادت کا وزن بڑھ جائے گا، اور تہمت لگانے کا شبہہ کم باقی رہے گا، کیونکہ جو لوگ کسی پر اتہام لگاتے ہین اولاً تو ان کی اخلاقی اور مذہبی حالت نہایت ابتر ہوتی ہے، دوسرے ان کے دل مین ملزم کا بغض پوشیدہ رہتا ہے، لیکن یہ دونون باتین مسلمانون کی ایک جماعت مین بہ مشکل جمع ہوسکتی ہین، اس لیے گواہون کی کثرت سے زنا کے الزام کے ثبوت کا ظن غالب پیدا ہوجاتا ہے، اب صرف یہ سوال ہے کہ گواہون کی کثرت کی مقدار کیا ہو؟ تو شریعت نے اس کو شہادت کے عام نصاب سے دوگنا کردیا ہے[1]۔

اسی طرح اگر کوئی شخص دولت مند ہونے کے بعد دیوالیہ ہوجانے کا دعوی کرے تو اس کو اثبات دعوی کے لیے کم از کم تین گواہ پیش کرنے ہونگے، کیونکہ صحیح مسلم مین یہ حدیث موجود ہے کہ جس شخص کے افلاس کے متعلق خود اوسکی قوم کے تین باہوش شخص شہادت دے دین تو اس کے لیے سوال کرنا جائز ہے[2]، لیکن ان صورتون کے علاوہ قاضی صرف ایک گواہ کی شہادت سے بھی فیصلہ کرسکتا ہے، اور خود رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کی نظیر قائم کردی ہے، چنانچہ صحیح مسلم مین حضرت ابن عباس رضؓ سے مروی ہے کہ آپ نے مدعی سے حلف لیکر ایک گواہ کی شہادت سے فیصلہ کیا، قرآن مجید مین بے شبہہ شہادت کے لیے دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتون کو مخصوص کردیا گیا ہے، لیکن خداوند تعالی نے حکام کے لیے یہ ضروری نہین قرار دیا ہے کہ وہ دو گواہون سے کم مین فیصلہ ہی نہین کرسکتے، بلکہ صاحب حق کو یہ حکم دیا ہے کہ وہ دو مردون یا ایک مرد اور دو عورتون کو گواہ بناکر اپنے حق کا تحفظ کرے، جس سے یہ ثابت نہین ہوتا کہ حاکم اس سے کم گواہون کی شہادت سے فیصلہ ہی نہین کرسکتا[3]، کیونکہ قرآن مجید مین دو مردون اور ایک مرد اور دو عورتون کا ذکر حکام کے طریقۂ انفصال مقدمات کے سلسلے مین نہین کیا گیا ہے، بلکہ ان دونون قسمون کے گواہون کا ذکر ان طریقون کے سلسلون مین کیا گیا ہے جن کے ذریعہ سے ایک شخص اپنے حق کو محفوظ رکھ سکتا ہے، چنانچہ

[1] حجۃ اللہ البالغہ جلد دوم صفحہ ۱۲۰، [2] الطرق الحکمیہ صفحہ ۹۵، [3] ایضاً صفحہ ۶۷ ۔

خداوند تعالی فرماتا ہے،

یاایہا الذین اٰمنوا اذا تداینتم بدین الیٰ اجل مسمی فاکتبوہ ولیکتب بینکم کاتب بالعدل ولایاب کاتب ان یکتب کما علمہ اللہ فلیکتب ولیملل الذی علیہ الحق ولیتق اللہ ربہٗ ولایبخس منہ شیئا فان کان الذی علیہ الحق سفیہا اوضعیفا اولا یستطیع ان یمل ہو فلیملل ولیہ بالعدل واستشہدوا شہیدین من رجالکم فان لم یکونا رجلین فرجل وامراتان ممن ترضون من الشہداء الخ

مسلمانو جب تم ایک میعاد مقرر تک قرض کا لین دین کرو تو اس کو لکھ لیا کرو اور (اگر تم کو لکھنا نہ آتا ہو تو) تمہارے درمیان (تمہارے باہمی قرار داد کو) کوئی لکھنے والا انصاف کے ساتھ لکھدے اور (جس کو لکھنا آتا ہو تو اس) لکھنے والے کو چاہیے کہ لکھنے سے انکار نہ کرے جس طرح خدا نے اسکو (لکھنا پڑھنا) سکھایا ہو (اسی طرح) اس کو بھی چاہیے کہ (بے عذر) لکھدے اور جس کے ذمہ قرض عائد ہوگا (وہی دستاویز کا) مطلب بولتا جائے اور اللہ سے ڈرے اور (بتاتے وقت قرض دہندہ کا) حق مین سے کسی طرح کی کاٹ چھانٹ نہ کرے، پھر جس کے ذمہ قرض عائد ہوگا، اگر وہ کم عقل ہو یا معذور یا خود دائے مطلب نہ کرسکتا ہو تو (جو) اس کا مختار کار ہو وہ انصاف کے ساتھ (دستاویز کا) مطلب بولتا جائے اور اپنے لوگون مین سے (جنلوگون پر تمہارا اطمینان ہو) دو مردون کو گواہ بنالیا کرو پھر اگر دو مرد نہون تو ایک مرد اور دو عورتون گواہون مین سے جنکو تم پسند کرتے ہو،

ان آیتون مین حسب ذیل احکام موجود ہین،

(۱) قرض دستاویزی دیا جائے،

(۲) جس شخص پر قرض عائد ہو وہی دستاویز کا مطلب بولے،

(۳) اگر وہ اس کے مطلب کو نہ بول سکتا ہو تو اس کا مختار کار بولے،

(۴) قرض دینے والا دو مردون کو دستاویز کا گواہ بنائے،

(۵) اگر دو مرد میسر نہ ہون تو ایک مرد اور دو عورتون کو گواہ بنائے،

(۶) اگر یہ گواہ شہادت کے لیے طلب کئے جائین تو حاضرِ عدالت ہونے سے انکار نہ کرین،

(۷) جو لین دین سردست کیا جائے اس مین دستاویز لکھوانے کی ضرورت نہین ہے،

(۸) خرید و فروخت کے وقت گواہ بنائے جائین،

(۹) اگر لوگ سفر مین ہون اور کاتب نہ پائین تو رہن رکھین،

اور یہ تمام احکام صرف تحفظِ حقوق سے تعلق رکھتے ہین، لیکن تحفظِ حقوق، اور حکام کے فیصلے کے طریقے بالکل مختلف ہین، کیونکہ فیصلے کے طریقے دو گواہون اور دو عورتون ہی تک محدود نہین ہین، بلکہ وہ اس سے بہت زیادہ وسیع ہین، اور ایک حاکم قرعہ اندازی، قیافہ شناسی، علامات و قرائن، غرض سیکڑون طریقے سے فیصلہ کر سکتا ہے، اور انھی طریقون مین سے ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ اگر کسی معاملہ کے متعلق صرف ایک شخص جو عادل، ضابط اور ثقہ ہو شہادت دے، اور ایک حاکم اس کی ثقاہت کو تسلیم کرے تو وہ اس کی شہادت پر بے تکلف فیصلہ کر سکتا ہے، خود رسول اللہ صلعم نے بھی ایک شخص کی شہادت پر اعتبار کیا ہے، چنانچہ ایک بار آپنے ایک بدو سے گھوڑا خریدا، لیکن اور لوگون کو اس کا حال معلوم نہ تھا، اس لیے وہ بھی بدو سے اس کے متعلق گفتگو کرنے لگے، بدو نے اس عام خواہش کو دیکھکر رسول اللہ صلعم کو آواز دی کہ اگر آپ اس گھوڑے کو خریدنا چاہتے ہین تو خرید لیجئے ورنہ مین اس کو فروخت کر دونگا آپنے فرمایا کیا تم نے میرے ہاتھ اس کو فروخت نہین کر دیا ہے؟ بولا خدا کی قسم نہین؛ آپ نے فرمایا بے شبہہ تم نے فروخت کیا ہے، اس پر بدو نے گواہ طلب کیا، تو حضرت خزیمہ بن ثابتؓ نے کہا کہ مین شہادت دیتا ہون کہ آپنے اس کو خریدا ہے؛ اب آپ ان کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا، تم کس بنیاد پر شہادت دیتے ہو؟ بولے، آپ کی تصدیق کی بنیاد پر، آپ نے ان کی شہادت کو دو آدمیون کی شہادت کے برابر قرار دیا[1]، عہدِ صحابہ مین بھی ان کا یہ شرف قائم رہا، چنانچہ حضرت زید بن ثابتؓ نے قرآن مجید

[1] ابوداؤد کتاب الاقضیہ باب اذا علم الحاکم صدق الشاہد الواحد یجوز لہ ان یحکم بہ،

کو جمع کرنا شروع کیا تو یہ التزام کر لیا کہ دو عادل گواہون کی شہادت کے بغیر کسی آیت کو نہین لکھتے تھے، لیکن چونکہ حضرت خزیمہ بن ثابتؓ کی شہادت کو رسول اللہ صلعم نے دو شہادتون کے برابر قرار دیا تھا، اس لیے انھون نے ایک آیت کے متعلق تنہا ان کی شہادت کو قبول کیا[1]،

اصل یہ ہے کہ احادیث مین شاہد کے لیے زیادہ تر "بینۃ" کا لفظ آیا ہے، اور یہ لفظ بیان سے مشتق ہے جس کے معنی اظہار کے ہین، اس لیے ہر وہ چیز جس سے حق کا اظہار ہو وہ بینۃ مین شامل ہے، چنانچہ علامہ ابن قیم لکھتے ہین،

بینۃ ہر اس چیز کا نام ہے جو حق کو ظاہر کرے، اور جس شخص نے اس کو دو گواہ یا چار گواہ یا ایک گواہ کیلئے مخصوص کر دیا، اس نے اس لفظ کے مسمی کا پورا حق ادا نہین کیا، قرآن مجید مین بینۃ کا لفظ کبھی اس طرح نہین آیا جس سے دو گواہ مراد ہون بلکہ کبھی انفرادی اور کبھی مجموعی طور پر حجت، دلیل اور برہان کے معنی مین آیا ہے، اسی طرح رسول اللہ صلعم کے پاس قول مین البینۃ علی المدعی سے مراد ہے کہ مدعی کا یہ فرض ہے کہ وہ ایسا ثبوت پیش کرے جس سے اس کا دعویٰ صحیح ثابت ہو، البتہ دو گواہ بھی بینۃ مین شامل ہین لیکن اس کے علاوہ بینہ کے اور اقسام کبھی اس سے زیادہ قوی ہوتے ہین[2]

اس لحاظ سے حاکم کے لیے ایک گواہ تو الگ بعض مقدمات کے فیصلہ کے لیے سرے سے گواہ ہی کی ضرورت نہین ہے، مثلاً اگر کسی واقعہ کی شہرت تواتر کی حد تک پہنچ جائے، یعنی اس سے ہر خاص و عام بوڑھا، جوان، مرد، عورت، اور کافر و مسلمان سبھی واقف ہون تو اس حالت مین شہادت ہی کی ضرورت واقع نہین ہوتی بلکہ خود تواتر کی شہادت عادل گواہون کی شہادت سے زیادہ قوی ہوتی ہے، کیونکہ تواتر سے علم یقینی حاصل ہوتا ہے، اور گواہون کی شہادت سے زیادہ سے زیادہ واقعہ کا ظنِ غالب پیدا ہو سکتا ہے[3]

[1] بخاری کتاب التفسیر باب قولہ فمنہم من قضی نحبہ ومنہم من ینتظر، [2] الطرق الحکمیہ صفحہ ۱۱-۱۲، [3] ؍؍ صفحہ ۱۸۰،

گواہون کے اظہار کا طریقہ

اگرچہ اسلام کے ابتدائی زمانے مین اظہار کا طریقہ نہایت سادہ تھا، لیکن بعد کو خود خلفائے راشدین ہی کے زمانہ مین اس کا جو طریقہ اختیار کیا گیا وہ بالکل اس زمانہ کے مطابق ہے، چنانچہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ پہلے شخص تھے جنھون نے گواہون کو الگ الگ بلاکر اظہار لیا تاکہ ایک کو دوسرے کے اظہار سے واقفیت نہ حاصل ہوسکے، چنانچہ ایک مقدمہ مین انھون نے دو گواہون کا اظہار لینا چاہا تو ان کو الگ الگ کوٹھری مین بند کر دیا، پھر ہر ایک کو بلاکر الگ الگ اظہار لیا اور اس طرح اصل واقعہ کی حقیقت معلوم کرلی، تو فخر کے لہجہ مین فرمایا

انا اول من فرق بین الشاھدین[1] — مین پہلا شخص ہون جس نے دو گواہون کو الگ الگ بلاکر اظہار لیا۔

ایک بار ایک شخص نے ان کے اجلاس مین چند اشخاص کے خلاف یہ مقدمہ دائر کیا کہ یہ لوگ میرے باپ کے ساتھ سفر مین تھے، لیکن یہ لوگ تو واپس آگئے اور میرا باپ واپس نہین آیا، مین نے ان سے اس کے متعلق دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ وہ مرگیا، مین نے اُس کے مال کی نسبت پوچھا تو ان لوگون نے جواب دیا کہ اس نے کوئی مال نہین چھوڑا حالانکہ اس کے ساتھ بہت سا مال تھا، حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے پولیس کو طلب کیا اور ہر شخص پر دو کانسٹبل متعین کر دیئے کہ یہ لوگ نہ تو ایک دوسرے سے قریب ہونے پائین اور نہ باہم بات چیت کرسکین اس کے بعد اپنے پیشکار کو بلایا اور ان مین سے ایک شخص کو طلب کرکے پوچھا کہ مدعی کے باپ نے تمھارے ساتھ کس دن سفر کیا؟ کن کن منزلون مین تم لوگ اترے؟ کیونکر سفر کیا؟ وہ کس مرض مین مرا؟ اسکا مال کیونکر ضائع ہوا؟ کس نے اس کو غسل دیا؟ کس نے اس کو دفن کیا؟ کس نے اس کے جنازہ کی نماز پڑھائی؟ وہ کہان دفن کیا گیا؟ غرض وہ اس قسم کے متعدد سوالات کرتے جاتے تھے اور پیشکار اُن کو لکھتا جاتا تھا، اسکے بعد انھون نے نعرۂ تکبیر مارا اور حاضرین نے بھی ان کے ساتھ صدائے تکبیر بلند کی اور ملزمین کو اس اظہار کی کوئی خبر نہ تھی اس لیے انھون نے تکبیر کے اس نعرۂ مسرت سے خیال کیا کہ ان کے ساتھی نے ان کے خلاف اقرار کرلیا، اس کے بعد اس شخص کو اجلاس سے ہٹاکر دوسرے شخص کو طلب کیا، اور اس سے بھی یہی سوالات کئے، اسی طرح ہر ایک کا اظہار لیا، اور اخیر مین معلوم ہوا کہ ہر ایک نے دوسرے کے خلاف اظہار دیا ہے، اسکے

بعد پھر ایک کو بلاکر کہا کہ تمھارا جھوٹ معلوم ہوگیا، اب تم کو سزا سے صرف سچ نجات دلاسکتا ہے، نتیجہ یہ ہوا کہ ہر ایک نے اصل واقعہ کا سچائی کے ساتھ اعتراف کرلیا[1]،

اس زمانے مین مدعی، مدعا علیہ اور گواہ سب سے حلف لیا جاتا ہے، لیکن اسلام مین بظاہر مدعی اور گواہون سے حلف لینے کا کوئی حکم نہین ہے، بلکہ اگر مدعی گواہ نہ پیش کرسکے تو صرف مدعا علیہ سے حلف لیکر اس کے موافق فیصلہ کر دیا جاتا ہے، لیکن واقعہ یہ ہے کہ اسلام مین مدعا علیہ کے سوا مدعی اور گواہون سے بھی حلف لیا جاسکتا ہے چنانچہ قاضی شریح کے زمانے مین جب لوگون نے بدمعاملگی شروع کی تو باوجود گواہ پیش کرنے کے انھون نے مدعی سے حلف لیا، لوگون نے اس پر اعتراض کیا کہ تم نے یہ نئی بدعت پیدا کی ہے، بولے کہ لوگون نے بدعت پیدا کی تو مین نے بھی بدعت کو پیدا کیا[2]،

اسی طرح بہت سے ججون نے گواہون سے بھی حلف لیا ہے، چنانچہ قاضی محمد بن بشیر نے ایک ترکہ کے معاملہ مین گواہون سے حلف لیکر اظہار لیا، اور فرمایا کہ چونکہ لوگون کی اخلاقی حالت خراب ہوگئی ہے، اسلیے میرے رائے مین حاکم کو گواہون سے بھی حلف لینا چاہیئے، اور خود قرآن مجید سے بھی اس کے جواز کی سند بہم پہنچائی جاسکتی ہے، مثلاً

اگر دو گواہ مذہب اسلام کے علاوہ کسی دوسرے مذہب کے پابند ہون اور وہ حالت سفر مین ایک مسلمان کے مرجانے کے بعد اس کی وصیت پر شہادت دین تو خود خداوند تعالیٰ نے ان کے لیے حلف کو مشروع کر دیا ہے، اسی طرح حضرت ابن عباسؓ کا قول ہے کہ اگر ایک عورت رضاعت کے بارے مین شہادت دے تو اس سے حلف لینا چاہیئے،

اس رائے کو نقل کرنے کے بعد علامہ ابن قیم فرماتے ہین کہ

جب حاکم کو گواہون کے بارے مین شبہہ پیدا ہوجائے تو وہ ایک کو دوسرے سے الگ کرکے

۱؎ الطرق الحکمیہ صفحہ ۴۰، ۲؎ ،، صفحہ ۱۲۰،

اظہار لے سکتا ہے، تو ایسی حالت مین وہ ان سے حلف بھی بطریق اولی لے سکتا ہے[1]۔

اسلام مین شہادت مدعی کا حق تسلیم کیگئی ہے، اس لئے اگر وہ گواہ کو طلب کرے تو شہادت دینا اسکا فرض ہوجاتا ہے، خود خداوند تعالیٰ فرماتا ہے،

لایاب الشہداء اذا ما دعوا — جب گواہ طلب کئے جائین تو ان کو چاہیئے کہ انکار نہ کرین،

ولا تکتموا الشہادۃ ومن یکتمہا فانہ آثم قلبہ — شہادت کا اخفا نہ کرو، اور جو شخص اسکا اخفا کرتا ہے اس کا دل گنہگار ہوجاتا ہے،

حدیث شریف مین آیا ہے،

ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال الا اخبرکم بخیر الشہداء الذی یاتی بشہادتہ قبل ان یسألہا[2]، — رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بہترین گواہ وہ شخص ہے جو شہادت طلب کرنے سے پہلے ہی شہادت دیدے،

البتہ فوجداری کے مقدمات مین ایک گواہ کو شہادت دینے یا نہ دینے کا اختیار ہوتا ہے، کیونکہ اگر وہ شہادت دے تو اس سزا کے نفاذ مین مدد دینے کا ثواب حاصل کرتا ہے، جو شرعاً یا قانوناً ایک شخص کے لیے متعین کردیگئی ہے، لیکن اگر شہادت دینے سے انکار کرے تو وہ ایک شخص کی پردہ پوشی کرکے اس کی عزت وآبرو کے تحفظ کا ثواب حاصل کرتا ہے، لیکن چوری کے مقدمات سے چونکہ مالی حقوق بھی متعلق ہوجاتے ہین، اس لیے اس کی شہادت دینا ضروری ہوجاتی ہے، البتہ گواہ صرف یہ کہہ سکتا ہے کہ ملزم نے "مال لیا" تاکہ ایک شخص کے مالی حق کا تحفظ ہوجائے، لیکن یہ نہین کہہ سکتا کہ "اس نے چوری کی" تاکہ کم ازکم ایک شخص کی عزت کا تحفظ کرسکے،

فقہ کی کتابون مین لکھا ہے کہ "شہادت مین گواہ کو بہ تصریح کہنا چاہیئے کہ "مین شہادت دیتا ہون"

[1] الطرق الحکمیہ صفحہ ۱۲۵، [2] ابوداؤد کتاب الاقضیہ باب الشہادات،

اس لیے اگر کوئی گواہ یہ کہے کہ "مین جانتا ہون یا یقین کرتا ہون"۔ تو اس کی شہادت مقبول نہ ہوگی، لیکن علامہ ابن قیم نے بہت سی مثالون سے ثابت کیا ہے کہ لفظ شہادت کی تصریح کی ضرورت نہین ہے، اسلام مین شہادت کے لیے معاینہ لازمی ہے، اس لیے پردے کے آڑ سے آواز سنکر شہادت نہین دیجاسکتی، کیونکہ ایک آواز دوسری آواز سے مشابہ ہوتی ہے، البتہ اگر یقینی طور پر معلوم ہوجائے کہ پردہ کے آڑ مین کوئی اور دوسرا شخص موجود نہین ہے تو اس قسم کی شہادت دیجاسکتی ہے،

قاضی کو گواہ سے اس طرح شہادت نہین لینی چاہیئے کہ "کیا تم فلان بات کی شہادت دیتے ہو"؟ "فلان واقعہ کو جانتے ہو"؟ کیونکہ اس سے یہ شبہہ پیدا ہوتا ہے کہ وہ ایک فریق کو مدد دے رہا ہے، لیکن اگر اس قسم کے شبہہ کی گنجائش نہ ہو تو قاضی ابو یوسف کے نزدیک ایسا کرنا مستحسن ہے، کیونکہ عدالت کے خوف سے بعض اوقات گواہ مرعوب ہوجاتے ہین اس لیے قاضی کا فرض ہے کہ واقعاتِ مقدمہ کا پتہ لگانے کے لیے تمام ضروری باتون کو گواہ سے کہلائے[1]،

تحریری شہادت — یہ مسلم ہے کہ زبانی شہادت تحریری شہادت سے زیادہ قوی اور قابلِ اعتبار ہوتی ہے کیونکہ دعویٰ پر الفاظ کی قوت کا خاص اثر پڑتا ہے، یہی وجہ ہے کہ یہودی شریعت مین اگر کسی وجہ سے ایک فریق کے گواہون کا تحریری اظہار لیا جائے تو دوسرے فریق کے گواہون کا اظہار بھی تحریری لینا چاہیئے، تاکہ دونون فریق کی شہادتون مین مساوات پیدا ہوجائے، لیکن اسلامی فقہ مین اس قسم کی کوئی تصریح نہین پائی جاتی، جس سے یہ ثابت ہو کہ زبانی اور تحریری شہادت مین کوئی فرق ہے، اس لیے اسلام مین بظاہر دونون قسم کی شہادتین یکسان درجہ رکھتی ہین[2]،

اختلافِ شہادت — اسلام مین شہادت اسی وقت مقبول ہوسکتی ہے، جب وہ دعویٰ کے موافق ہو، اور گواہ شہادت مین لفظاً ومعنیً متفق ہون، مثلاً اگر ایک گواہ کہتا ہے کہ فلان شخص نے فلان شخص کو ایک ہزار روپیہ

[1] ہدایہ جلد ثالث کتاب ادب القاضی، [2] المقارنات والمقابلات صفحہ ۶۰،

میرے سامنے قرض دیا، لیکن دوسرا گواہ قرض کی تعداد دو ہزار بتاتا ہے، تو امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک دونو
شہادتین مردود ہو جائینگی، کیونکہ دونون کے الفاظ مختلف ہین، اور معنی چونکہ الفاظ ہی سے سمجھے جاتے ہین اس
ان مختلف الفاظ کے معنی مین بھی اختلاف ہو جائے گا، لیکن قاضی ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک اگر مدعی
کا دعویٰ دو ہزار کا ہوگا تو ایک ہزار کے متعلق دونون کی شہادتین قبول کر لیجائین گی، کیونکہ اس رقم پر د
گواہون کا بہر حال اتفاق ہے، اس کے علاوہ جو ایک ہزار کی رقم ہے وہ حذف کر دیجائے گی، اور دہ
مختلف فیہ قرار پائے گی،

دو شخص ایک آدمی کے متعلق شہادت دیتے ہین کہ اس نے ایک گائے چرائی، لیکن گا
کے رنگ مین اختلاف کرتے ہین، ایک اس کا رنگ سرخ اور دوسرا سیاہ یا ایک اس کا رنگ
اور دوسرا سفید بتاتا ہے، تو امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک دونون کی شہادت قبول کر لیجائیگی کیونکہ دا
رات کا ہے اور گواہون نے دور سے دیکھا ہے اور سرخی اور سیاہی مین باہم مشابہت پائی جاتی ہ
اور سیاہ و سفید رنگ ایک جانور مین جمع ہو سکتے ہین، یعنی اس کا ایک حصہ سیاہ اور دوسرا سفید ہو سک
ہے، اس لیے ایک گواہ ایک حصے کو اور دوسرا دوسرے حصے کو دیکھکر شہادت دیتا ہے، اس کے بر
اگر ایک گواہ مسروقہ جانور کو گائے اور دوسرا بیل بتاتا ہے تو یہ شہادت مقبول نہ ہوگی، کیونکہ ایک
جانور نر اور مادہ دونون نہین ہو سکتا،[1]

جرح — مقدمہ کی اصل بنیاد اگرچہ مدعی، مدعا علیہ اور گواہون کے بیانات پر قائم ہوتی ہے، لیکن خود نفس
مقدمہ کے واقعات ایسی پیچیدہ باتون پر مشتمل ہوتے ہین، اگر ان کا پتہ لگ جائے تو اصل حقیقت نہایت
واضح طور پر منکشف ہو سکتی ہے، اس لیے مقدمات کے فیصلہ مین قاضی کے لیے صرف احکام فقہی کا علم کا فی
نہین ہے، بلکہ اس کے لیے ان اندرونی باتون سے بھی واقف ہونا ضروری ہے، علامہ ابن قیم نے بیان ک

[1] ہدایہ جلد ثالث کتاب ادب القاضی باب فی اختلاف الشہادہ

تو مقدمات مین قاضی کے لیے دو قسم کی فقہ کی ضرورت ہوتی ہے، ایک تو وہ فقہ جس کا تعلق پیش آنے والے
واقعات کے احکام سے ہوتا ہے، دوسری وہ فقہ جو خود نفس واقعہ اور لوگون کے حالات کے اندر
ہوتی ہے، جس کے ذریعہ سے جھوٹے اور سچے کی تمیز ہو سکتی ہے، پھر اس فقہ مین اور پہلی فقہ مین
مطابقت کیجا سکتی ہے، اور واقعہ کو اس کا ضروری حکم دیا جا سکتا ہے، اور جو ضروری حکم دیا جا چکا ہے
اس کو واقعہ کے مخالف قرار دیا جا سکتا ہے[1]،

لیکن ان تہ کی باتون کا سراغ مدعی، مدعا علیہ اور گواہون کے اظہار کے علاوہ اور بھی مختلف چیزون سے
لگایا جا سکتا ہے، اور اسلام مین جو فیصلے کئے گئے ہین، ان مین ان تمام باتون کا لحاظ رکھا گیا ہے،

مثلاً ان مین سب سے مقدم چیز جرح ہے، اور خود رسول اللہ صلعم نے اس کو فیصلہ کا ایک بنیادی اصول
قرار دیا ہے، مثلاً ایک شخص کی ایک تھیلی گم ہو گئی ہے جس مین روپیے رکھے ہوئے ہین، اور ایک شخص نے
اس کو پایا ہے، اس کے متعلق اسلام کا حکم یہ ہے کہ وہ اصل مالک کے حوالہ کر دے، لیکن اس کا مدعی ہر
شخص ہو سکتا ہے، اس لیے آپ نے فرمایا کہ "جو شخص اس تھیلی کے صحیح اوصاف بیان کر دے وہ اسی کے
حوالے کیجائے گی"، اب اس کو ایک اصول قرار دے کر ایک حاکم سیکڑون سوالات کر سکتا ہے، مثلاً تھیلی کا
رنگ کیا ہے؟ کپڑے کی ہے یا چمڑے کی، اس مین کتنے روپیے ہین؟ وغیرہ وغیرہ یا ایک شخص کے مکان
مین ایک کرایہ دار رہتا ہے، اس مین ایک دفینہ ملا، اور اس کے متعلق مالکِ مکان اور کرایہ دار مین نزاع
پیدا ہوئی، تو امام مالکؒ کا فتویٰ یہ ہے کہ دونون مین جو شخص اس دفینہ کے صحیح اوصاف بیان کرے وہی
اس کا مالک قرار دیا جائے گا[2]، ایک شخص نے کسی کے پاس ایک مہر بند تھیلی امانۃً رکھی اور یہ ظاہر کر دیا کہ اس
مین ہزار دینار رکھے ہوئے ہین، اس کے بعد وہ ایک مدت تک غائب رہا، اور اس زمانے مین اس نے
نیچے سے تھیلی کو پھاڑ کر دینار نکال لئے اور ان کی جگہ درہم رکھکر اس کو اسی طرح سی دیا جس طرح وہ پہلے سلی

[1] الطرق الحکمیہ صفحہ ۴، [2] ایضاً صفحہ ۱۰،

ہوئی تھی، ایک مدت کے بعد وہ آیا اور اپنی امانت طلب کی تو اس نے بعینہ مہر بند تھیلی واپس کر دی، لیکن جب اس نے تھیلی کو کھولا تو دینار کے بدلے درہم ملے، عدالت مین مرافعہ کیا تو قاضی نے اس کو طلب کر کے سوال کیا کہ اس نے یہ تھیلی کتنے دنون سے امانۃً رکھی تھی؟ اس نے جواب دیا "۱۵ برس سے" قاضی نے ان درہمون کو دیکھا تو معلوم ہوا کہ صرف دو تین سال کے ڈھلے ہوئے ہین اس لیے اس کو دینار کے واپس کرنے کا حکم دیا[1]

[1] الطرق الحکمیہ صفحہ ۲۷،

غنی کشمیری

(۳)

از

جناب مولوی اکرام الحق صاحب سلیم ایم اے،

روزمرہ علامہ شبلی رحمۃ اللہ علیہ، ابو طالب کلیم کا تذکرہ کرتے ہوئے ضمناً لکھتے ہین،

"اس زمانہ مین مضمون آفرینی، خیال بندی کے استیلاء نے زبان اور محاورہ بندی کی طرف سے شعرا کو غافل کر دیا تھا، چنانچہ ناصر علی، غنی، بیدل اسی چکر مین پڑکر لطف زبان سے بیگانہ ہو گئے"

اس مین شک نہین کہ علامہ مرحوم کی رائے نقد شعر کے بارے مین بہت وقیع ہے، اور محولۂ بالا ارشاد بھی بہت حد تک ٹھیک ہے، چنانچہ اسی بدمذاقی کا نتیجہ ہے کہ غنی ایک غیر معروف شاعر قلندر کو عرفی جیسے قادر الکلام پر ترجیح دیتے ہین اور فرماتے ہین ؎

از اہل سخن کس بقلندر نہ رسد
در شعر بُود عرفی و نجمی (کاشی) نہ رسد

بایں ہمہ غنی کے دیوان مین متعدد شعر ایسے ملتے ہین جنمین محاورہ بندی اور روزمرہ سے کام لیا گیا ہے، مثلاً

گل کردن، ظاہر ہونا، ؎

گل کرد استخوانِ من از چشم داغہا
نامم بکاغذے کہ ز نقش نگین پراست

رشتہ بر انگشت بستن، یاد دلانا روزمرہ کی بات ہے، اگر کسی سے کوئی وعدہ لیتے ہین تو انگلی پر تاگا باندھ دیتے ہین تاکہ اُسے ہر وقت یاد آجائے،

ہیچ گہ از سینۂ صد چاک ما یادے نکرد
گرچہ بستم رشتہ بر انگشتِ سوزن بارہا

ع: درسفر دائم چو سوزن چشم دارم در قفا :- چشم در قفا داشتن، کسی کو مڑ مڑ کے دیکھنا،

ع: وقت است آب رفتہ در آید بجوے من :- آب رفتہ در جوئے باز آمدن، ادبار کا جانا، اقبال کا شروع ہونا،

ے: تا تو رفتی رفت از کف نقد عیش اے دلنواز	باد در دست دائم بے تو موسیقار را

باد در دست بودن:- بے سود ہونا، لاحاصل ہونا،

ع خواب تا چشمت نہ بندد بہ کہ بندی خواب را :- خواب بستن سے مراد بیداری،

ع ہزار شکر کہ نانم بر دغن افتاد است :- نان بر روغن افتادن، اچھی طرح سے منتفع ہونا،

ع کر یوسف باز لیخا عشق در یک پیرہن دارد :- در یک پیرہن داشتن سے مراد کمال ارتباط،

ع ہمیشہ ماہ من چین جبین در آستین دارد :- در آستین داشتن، موجود رکھنا، حاضر رکھنا،

ع مادست خویش در بغل خود کشیدہ ایم :- دست در بغل کشیدن سے مراد بیکاری اور مفلسی،

ساغر بکف گرفتہ چو نرگس میا برون	ترسم بایں بہانہ دہان تو بو کند

بو کردن، سراغ معلوم کرنا، بوسہ دینا،

زباد آتشینے این چراغ عیش ما گل شد ، گل شدن - بجھ جانا،

مولانا غنی کہین کہین، ان باتون کا بھی ذکر کرتے ہین، جو گو مسلمات اور مخصوصات شاعری سے تو الگ ہوتی ہین، مگر واقعات پر مبنی ہوتی ہین، مثلاً اس زمانہ کی عیش پسندی اور بے جمعیتی کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہین، ے

مردان کنند عار ز پوشیدن سلاح	نامرد با سپر چو بن بو د خیز باد ف است

ہندوستان کی اضمحلال آور گرمی کا ذکر یون فرماتے ہین،

گردد اگر برشتہ زگرمی عجب مدار	ہر کس کہ سایہ بر در ہندوستان بود

کشمیر مین تمام آدمی سفید رنگ ہوتے ہین، فرمایا ہے، ے

کشمیر از صباحت روشنگر جمال است	حسن سیاہ آنجا گر ہست خال خال است

ایک سال کشمیر مین اور یون کہیے تمام ہندوستان مین بارش کی شکایت رہی تو لکھا ے

گلشن کشمیر را امسال شادابی کم است	گر گل ابرے نمایان است آن ہم بے نم است
در نمک زار سواد ہند شادابی کم است	گر در آنجا سبزہ باشد ز تخم آدم است

پرتگال کی شراب اس زمانے مین مشہور تھی، اس لیے کہا ہے، ع

ساقی بجام ریز مئے پرتگال را

پان کا ذکر کیا ہے، ع

ہست میل خوردن پان گلرخان ہند را

دیوان مین رومالی اشخاص کے ماسوا مندرجہ ذیل نام آتے ہین، ان کے متعلق شعر ہم نے نکال رکھے ہین، مگر بخوف طوالت یہان قلم انداز کیے جاتے ہین،

امیر الامرا اسلام خان، الٰہی (شاعر) ابو طالب کلیم، (جان محمد) قدسی (علی قلی) سلیم سنجر (کاشی) عرفی (شیرازی) قلندر (شاعر) طغرا

تصوف، اخلاق فلسفہ، تعلیم | چونکہ ان تمام چیزون کا آپس مین بالواسطہ یا بلا واسطہ تعلق ہے، اس لیے ہم ان پر ایک ہی عنوان کے ماتحت بحث کرین گے،

متاخرین کے ہان صوفیانہ شاعری نقالی رہ گئی تھی، وہ ذوق اور وجدان جو قدما کے تصوف کا مابہ الامتیاز ہے، ان مین مفقود ہے، دیوان غنی مین اول تو صوفیانہ مضامین بہت ملتے ہین اور جس قدر ہین وہ بھی پرانی باتون کا عکس ہین، مختلف نمونے ملاحظہ ہون،

(۱) یہ مضمون کہ ذات باری کی معرفت اللہ تعالیٰ کی مدد کے بغیر نہین ہو سکتی، یون ادا کیا ہے،

توتیائے چشم سر جز پرتو خورشید نیست	ما بنور دوست می بینیم حسن روئے دوست

۲۔ صوفیہ کے اسرار وہی شخص بیان کرسکتا ہے جس نے کچھ دیکھا ہو، ورنہ قیاسات سے یہ ذوق حاصل نہین ہوسکتا،

گفتگو یکرنگ نبود غافل وہشیار را
در نفس باشد تفاوت خفتہ و بیدار را

غافل وہشیار کی گفتگو ایک طرح کی نہین ہوتی
سوتے اور جاگتے کے سانس مین فرق ہوتا ہو

۳۔ معرفت خدا کے حصول کے لیے اولیاے کرام جو طریقے اختیار کرتے ہین ان کی تہ تک عوام نہین پہنچ سکتے

سلوک صاحب باطن کسے آگاہ نیست
میرود بر آب و نقش پاے او در راہ نیست

۴۔ معرفت حق کے لیے یکسوئی ضروری ہے آنکھون کے کھولے رکھنے اور دنیا کے بوقلمون مناظر کی طرف توجہ کرنے سے اس مین تشتت لازم آتا ہے، اس لیے فرمایا ہے، ؎

یار در چشم ونگہ سرگرم جست وجوے اوست
پردہاے دیدہ ام گویا نقاب روے اوست

علامۂ اقبال بالکل انھین معنون مین فرماتے ہین، ؎

میری بینائی ہی شاید مانع دیدار تھی
بند جب آنکھین ہوئین تیرا تماشائی ہوا

۵۔ صوفیہ کا عقیدہ ہے کہ دنیا باطل ہے، غنی بھی وہی گیت گاتے ہین،

غافل مشو ز عاقبت کار خود غنی
دل نہ بخواب مرگ کہ دنیا فسانہ ایست

۶۔ مولانا بھی وسیع المشربی مین اگر کعبہ کی ضرورت سے بے نیاز ہوجاتے ہین،

سواد کعبہ گر منظور ارباب نظر باشد
بسنگ سرمہ حاجت نیست ہرگز چشم روشن را

بے ریاضت نشود نشۂ عرفان حاصل
تاکہ دخشک نگرد ید رطب ناب نیافت

مولوی معنوی کے شعر پر تضمین کی ہے،

ہندوے دیدم کہ مست از عشق بود
گفتمش این جستجویت چیست سود

در جوابم گفت آن زنار دار
نیست در دستم عنان اختیار

رشتۂ در گردنم افگندہ دوست
میبرد ہر جا کہ خاطر خواہ اوست

اخلاقی شاعری کی ابتدا محمود بدائع بلخی سے ہوئی، مگر اس کی ترقی بعد کے صوفی شعرا کے حصہ مین ہی آئی، متقدمین مین سے سنائی، سعدی، نظامی، خسرو، اور متاخرین مین غزالی، عالی، شفائی اس مین بہت ممتاز ہین،

یہ امر قابل غور ہے کہ مثالیہ مین اخلاقی مسائل ادا کرنے کی خاص صلاحیت موجود ہے، چنانچہ یہی وجہ ہے، کہ اس صنعت کو اس قسم کے مضامین مین زیادہ تر استعمال کیا گیا ہے، مولانا غنی چونکہ مثالیہ مین کمال رکھتے ہین اسلیے اخلاقی مضامین بکثرت ادا کئے ہین، چند نمونے پیش کئے جاتے ہین،

یہ ایک متنازعہ مسئلہ ہے کہ آیا تربیت سے اخلاق درست ہوسکتے ہین یا نہین، مولانا غنی فرماتے ہین کہ اگر قابلیت موجود نہ ہو تو تادیب وسیاست بے سود ہوتی ہے،

تربیت را چہ اثر گر نہ بود استعداد
آسیا صاف چو آئینہ نہ گردد ز غبار

چو استعداد نبود کار از اعجاز نکشاید
مسیحا کے تواند کرد روشن چشم سوزن را

تواضع ایک مستحسن چیز ہے، مگر جو شخص تواضع سے پیش آئے، اس کی عزت ومدارات تو اخلاقاً فرض ہوجاتی ہے،

نزد ارباب تواضع تواضع تن دہ
پیش محراب ہمان بہ کہ کنی خود را خم

محراب کی تمثیل لطیف ہے،

کسی کا راز فاش نہین کرنا چاہیے ؎

راز کس اے صاحب بینش مکن زنہار فاش
صد زبان گر باشدت چون مردمک خاموش باش

خوردہ گیری اور سخن چینی اچھی نہین ؎

رسوا نشود کسیکہ سخن چین بود غنی
ہر جا کہ خامہ ایست زبانش بریدنی است

صحبت کا انسان مین برا اثر ہوتا ہے، اس لیے غافلون کی ہمنشینی سے پرہیز لازم ہے، ؎

رفیق اہل غفلت ہر کہ شد از کاری ماند   چو پائے خفتہ ہائے دیگر از رفتار می ماند

سر کشی با زیر دستان باعث شرمندگی است   آبرو ریزد چو گردد شیشہ با ساغر طرف

گردن پر دست تطاول دراز کرنا خفت کا باعث ہوتا ہی شیشہ اگر ساغر کے ساتھ ٹکرا جائے تو ٹوٹ جاتا ہی

از تنزل پست فطرت را نباشد ہیچ باک   بیم افتادن نباشد ہر کہ باشد نے سوار

مشکل بود گرفتن چیزے ز دستِ خلق   دستِ کسے بگیر اگر دست می دہد

انسان کی مستتر قوتون کے متعلق مولٰنا کا مطمحِ نظر بہت رفیع ہے، اور یہی وجہ ہے کہ مولانا بار بار عمل کی تعلیم دیتے ہین، اور فرماتے ہین کہ بغیر جد وجہد کے منزلِ مقصود تک پہنچنا ناممکن ہی، ساتھ ہی وہ انسان مین ان احساسات کی تولید و ترقی چاہتے ہین، جن سے اس کو اپنے غایات کے حصول مین مدد مل سکے، مثلاً خودداری، تہور، احساس وقت کی قیمت کا احساس وغیرہ،

عمل کے متعلق فرماتے ہین، ؎

بے تعب در منزلِ مقصود کس را بار نیست   نردبانِ این سرا جز راہِ ناہموار نیست

من از قدم سعی بہ مقصود رسیدم   ہر آبلۂ پائے مرا قبلہ نما شد

اس کے لیے وقت کی قیمت کا احساس بھی ضروری ہے، ؎

ہر دم بریگ شیشۂ ساعت نگاہ کن   غافل مباش از سفرِ کاروانِ عمر

جذبۂ جہاد و تہور کی ترجمانی کرتے ہوئے فرماتے ہین، ؎

با دِ دامنے چون شمع نتوانیم جان دادن   چراغِ ہستی ما از دمِ شمشیر می میرد

مولانا استغنا اور خودداری کے بہت بڑے حامی ہین اور جا بجا اس کی تعلیم دیتے ہین، مگر پیرایہ اس شعر مین اختیار کیا ہے، ؎

کاسۂ خود پر مکن زنہار از خوانِ کسے   داغ از احسانِ خورشید است بر دل ماہ را

با این ہمہ اس مین جو تکلیفات پیش آتی ہین ان کا بھی انھین خیال ہے، ؎

با استغنا گذشتن از جہان آسان نمی باشد   بود دشوار قطعِ راہِ دور از پشتِ پا کردن

مولانا نے خاص فلسفیانہ مضامین بہت کم ادا کیے ہین، مسئلہ فرع و اصل کے متعلق فرمایا ہے، ؎

ہر کجا فرع است آرد رو باصلِ خود غنی   سر بپاے نخل آخر می گذارد برگ و بار

قضا و قدر کے اٹل ہونے کے قائل ہین،

بسر بردم غنی ہر چند عمر خود بہ مکتبہا   نیاوردم ز خطِ سرنوشتِ خویش سر بیرون

غنی کا زمانہ ایسا تھا جب ہندوستان مین اسلامی حکومت معراجِ کمال کو پہنچ چکی تھی، امن و سکون نے عوام مین تن آسانی اور کاہلی کے ایسے جذبات پیدا کر دیئے تھے، کہ ابتدائی ذوقِ نشو و نما بالکل مفقود ہو گیا تھا، لوگون مین مادیت بڑھ گئی تھی، فارغ البالی اور سامانِ عیش کی فراوانی کا یہ عالم تھا، کہ غنی خود اس کا خاکہ کھینچتے ہین

می شود پیمانہ پر از کثرتِ نعمت غنی   خضرِ وقت است آنکہ قانع شد بقوتِ لایموت

غنی کی ژرف بین طبیعت نے اس کے انحطاط آور اثرات کو محسوس کیا، چنانچہ وہ ایک حیرت انگیز انقلاب کے متمنی ہوئے اور کہا، ؎

غنی در ملکِ دنیا انقلابے آرزو دارم   کہ خاک از گردشِ گردون غبار آسیا گردد

اب ہم غنی کی ایک مکمل غزل درج کرتے ہین جس سے اس بات کا اندازہ ہو سکے کہ مختلف در سخن ایک سلک مین منسلک ہو کر کیا کیفیت پیدا کرتے ہین،

بسانِ آسیا در نفعِ من نفعِ جہان باشد   بخلقے میرسد روزی مرا گر آب و نان باشد

گدا چو یافت روزی خویش را داند سلیمانے   برائے مور سنگِ آسیا تختِ روان باشد (آسیا)

ہوائے باغِ گیتی چون گل شمعم نمی سازد   نسیمِ نو بہاران بہرِ من بادِ خزان باشد

فلک گیرد ز من روزی دبر مردم کند قسمت — میانِ آسیا از من کن راز دیگران باشد

چنان شد بدگمان صیاد از انداز پروازم — کہ سوز دگر پرکاہے مراد ر آشیان باشد

کند بوے شرابم ست از زرونگ ظرفی

حباب بادہ در پیشم غنی رطلِ گران باشد

یہ ہین غنی کی شاعری کی خصوصیات، آپنے دیکھ لیا، کہ وہ کسی نئی طرز کے موجد نہین، صرف اپنے دور کی خصوصیات مین کمال رکھتے ہین، یہی وجہ ہے کہ ان کا کلام اس وقت تک طاق گمنامی پر دھرا رہا ہے لیکن کیا ہی اچھا ہو اگر مرزا محمد افضل کی "تعبیر غیب دانی" صحیح نکلے اور یہ شعر غنی کے کلام پر صادق آجائے،

نباشد شعر من مشہور تا جان در تنم باشد

کہ بعد از مرگِ آہو نافہ بیرون می دہد بورا

الفاروق

علامہ شبلی نعمانی

حضرت فاروق اعظم کی لائف اور طرز حکومت اگرچہ مسخ شدہ صورت مین معمولی کاغذ پر اس گران پایہ کتاب کے بیسیون اڈیشن فروخت ہو رہے ہین، مگر اہل نظر کو ہمیشہ اس کے اعلیٰ اڈیشن کی تلاش تھی، مطبع معارف نے نہایت اہتمام وسعی بلیغ سے اس کا نیا اڈیشن تیار کرایا ہے، جو حرف بحرف نامی پریس کانپور کی نقل ہے، نہایت عمدہ کتابت، اعلیٰ چھپائی، عمدہ کاغذ، دنیاے اسلام کا رنگین نفیس نقشہ، مطلا ٹائٹل ضخامت ۳۱۲ صفحے، قیمت للعمر

"منیجر"

پرنس کایتانی کی اطالی تواریخ اسلام

کا

مقدمہ

(۳)

مترجمہ شیخ عنایت اللہ صاحب ایم اے معلم عربی گورنمنٹ کالج جھنگ

ملاحظات ابتدائیہ

فصل چہارم

تالیف ہذا کی طرز خاص اس امر کی مقتضی ہے کہ اس کی تشریح مین چند الفاظ لکھے جائین،

اس تالیف کا اصل مدعا یہ ہے کہ ہر طبقہ کے مطالعہ کنندگان یعنی مستشرقین اور دیگر عام شائقین کے لیے ان تمام اخبار تاریخیہ کا ایک قابل اعتماد اور سہل الوصول سرچشمہ پیش کیا جائے جنکا تعلق اقوام مسلمہ سے ہے اور جنکا زمانہ مذہب اسلام کے ظہور سے لیکر ترکان آلِ عثمان کے ظلمت زا اور برباد کن عہدِ حکومت تک ہے، اس کتاب کی تالیف مین جو میری کئی سال کی صابرانہ کدوکاوش کا ثمرہ ہے، مجھے جن متعدد مشکلات کا سامنا ہوا ہے، انھون نے ہمیشہ مجھے اس امر کی ترغیب دی ہے کہ مین اس کمی کو پورا کرون جسے سختی کے ساتھ محسوس کیا جاتا رہا ہے، اور جب کتاب مکمل ہو چکے تو اس کے ذریعہ سے مین دیگر تحقیقات مین مدد دے سکون، مشرقی تاریخ کے ماخذ تک رسائی حاصل کرنے مین ایک معمر اور تجربہ کار مستشرق تک کے لیے بہت سی مشکلات موجود ہین جنپر غالب آنا اس شخص کے لیے تو تقریباً ناممکن ہے جو اہل اسلام کی مقدم زبانون یعنی عربی، فارسی اور ترکی سے ناآشنا ہو، یہ سچ ہے کہ تقریباً تمین نسلون سے مشرقی مصنفین کی اہم کتابین یورپ اور ایشیا مین بیک وقت شائع ہو رہی ہین، لیکن اس کے ساتھ ہی یہ بھی سچ ہے کہ ان کے اڈیشن تعداد مین محدود اور گران قیمت ہین، اور مختلف مقامات سے شائع ہوئے ہین، ان کی اشاعت نہایت مختلف طریقون سے ہوئی ہے اور عربی اسلامی تہذیب کے خزانون کو انتظام و اہتمام

کے ساتھ یکسان صورت مین طبع کرنے کا بالکل خیال نہین کیا گیا، بعض مطبوعہ متون نہایت نایاب اور گران قیمت ہو گئے ہین، سوائے لندن، پیرس اور برلن کے وسیع قومی کتب خانون کے کسی دیگر شخص کے پاس مکمل مجموعہ ان کتابون کا موجود نہین ہے جو مشرق کے مطالعہ کے لیے ضروری ہین، ان کتب خانون تک رسائی پانا بھی ہر شخص کے لیے آسان نہین، اس کے علاوہ بہت سا بیش بہا مواد ایسا ہے جو یورپ کے مختلف امصار مین مخطوطات کی صورت مین منتشر ہے اور کتب خانون مین مدفون پڑا ہے، ان مشکلات پر جو ایک مستشرق تک کو دق کرتی ہین، دیگر مشکلات مستزاد ہین جنپر غالب آنا ان لوگون کے لیے ناممکن ہے جو مشرقی زبانون سے ناواقف ہین، کیونکہ جن کتابون کا ترجمہ ہوا ہے وہ معدودے چند ہین اور مزید برآن مترجمون نے ترجمہ کے لیے ضروری اور اہم کتابون کا انتخاب نہین کیا، ان مختلف حالات و واقعات سے یہ بات بخوبی سمجھ مین آسکتی ہے کہ تاریخ اسلام کے حصۂ کثیر کے مآخذ تک پہنچنا کس قدر دشوار ہے اور مواد و مصالحہ کو فراہم کرکے اخبار تاریخیہ کی تحقیق کرنا کس قدر مشکل ہے،

مجھے اپنی دقیق تحقیقات کے دوران مین ان تمام بڑی بڑی تصانیف کا امتحان کرنا اور جائزہ لینا ضروری تھا جو ممالکِ اسلام کے متعلق لکھی گئی ہین، ان کے مطالعہ نے مجھے اپنی تالیف کی موجودہ طرزِ خاص اختیار کرنے کی ہمت دلائی ہے کیونکہ مین نے دیکھا کہ موجودہ کتابون مین سے کوئی بھی اس طرز کے مطابق نہین ہے جس کو مین اختیار کرنے کا ارادہ رکھتا تھا، یعنی مجھے کوئی ایسی کتاب نہین ملی جو مشرقی مصنفین کے تاریخی سرمایہ اور یورپی مستشرقین کی تنقید کے نتائج کو واضح اور آسان پیرایہ مین خوش اسلوبی کے ساتھ یکجا جمع کرے، مین نے اس کمی کو حتی الوسع اس طرح پورا کرنے کی کوشش کی ہے، کہ تاریخ کے ابتدائی مآخذ کو ان کے اصلی لباس مین کمال صحت کے ساتھ ترتیب دیا ہے، اور مسلسل حواشی کی صورت مین زمانۂ حال کی تحقیق و تنقید کے نتائج سے اس کی تشریح کی ہے،

لہذا مین نے ایسی تصنیف کے خیال کو بالکل ترک کر دیا ہے جس کو اصلی معنی مین تاریخ کہا جا سکے، کیونکہ بجائے تاریخی مواد اور سرمایہ کو اپنے ذاتی خیالات و رجحانات کے مطابق ڈھالنے کے مین نے اصلی مآخذ

کی طرف رجوع کرنا پسند کیا ہے، چنانچہ مین نے اُس تمام زیادہ ضروری اور اہم تاریخی مواد کا درست اور صحیح ترجمہ تیار کیا ہے جو تہذیبِ اسلامی کی تباہی سے بچ رہا ہے اور اس کو سنون اور مہینون کے مطابق ترتیب دیا ہے قدیم تواریخ کے اس ملخص ترجمہ کے ساتھ ساتھ تشریحی حواشی مندرج ہین جو ان واقعات، ملاحظات، اور تنقیدات پر مشتمل ہین، جنکو مین نے اس مضمون کے متعلق کثیر التعداد کتب کے عمیق و دقیق مطالعہ کے دوران مین جمع کیا ہے،

فصل پنجم

مین اس طریق کو تفصیل کے ساتھ بیان کرنا ضروری نہین سمجھتا جو مین نے سچی اور جھوٹی روایات و اخبار کے انبار کو جمع کرنے اور ترتیب دینے مین اختیار کیا ہے، مین صرف اتنا کہنا چاہتا ہون کہ طالبانِ علم کی آسانی کی خاطر مین نے مشرقی مصنفین کے اصلی مواد اور زمانۂ حال کی تنقید و تحقیق کو ایک دوسرے سے الگ رکھنا ضروری خیال کیا ہے، پیراگراف جنپر نمبر شمار دیئے گئے ہین مشرقی متون کے ملخص اور مختصر ترجمہ پر مشتمل ہین یہ ترجمہ مشرقی محاورات اور لاطائل تکرار سے پاک ہے، مین نے بغیر مشرقی مصنفون کے طرزِ بیان اور بندشِ الفاظ کی پابندی کرنے کے ان کے نفسِ مضمون کی نہایت احتیاط سے پیروی کی ہے، اور حتی الامکان مآخذ کے مفہوم و معنی کے مطابق ترجمہ پیش کرنے کی اس درجہ کوشش کی ہے کہ جس سے شاید قارئین اکتا جائین، مگر مین نے اس بات کا ہمیشہ خیال رکھا ہے کہ ترجمہ مین اپنی رائے کو دخل نہ دون اور اصل کے مضمون سے انحراف نہ کرون، جہان مین نے خاص وجوہ کی بنا پر لفظی ترجمہ پیش کرنا ضروری سمجھا ہے وہان عبارت کو واوین (inverted commas) کے درمیان درج کیا گیا ہے، البتہ حواشی مین مین نے اپنے لیے زیادہ آزادی روا رکھی ہے، کیونکہ ان مین مین نے نہ صرف ان تمام معلومات کو شامل کر دیا ہے جو مجھے یورپی مصنفون کے ہان دستیاب ہوئے ہین اور جو مشرقی تاریخون پر روشنی ڈالنے مین مفید ہو سکتے تھے، بلکہ وہان مین نے اپنے ذاتی آراء و افکار کو بھی شامل کر لیا ہے، متن اور حواشی دونون جگہ مین نے دیانت داری سے ان مآخذ کا حوالہ دیدیا ہے جہان سے مین نے اپنی معلومات حاصل کی ہین، یہ ممکن ہے کہ کوئی ناقد میری غلطی پکڑے یا نقص نکالے لیکن کوئی شخص مجھ پر یہ الزام نہین لگا سکتا کہ مین نے دوسرے لوگون کی تحقیقات کو اپنی

طرف منسوب کردیا ہے، اپنے متقدمین کی ناقدانہ قابلیت اور ان کے علم وفضل پر چھاپہ مارنے کی بجائے مین نے صحت اور راست بازی کو مدِ نظر رکھنا اپنے لیے زیادہ باعثِ فخر سمجھا ہے،

اس تاریخ کے بعض مقامات مین مضمون کی نوعیت اور اہمیت اس بات کی مقتضی ہوئی ہے کہ اس کو زیادہ تفصیل اور تحقیق کے ساتھ بیان کیا جائے چونکہ اس قسم کے تفصیلی بیان کی ایک معمولی نوٹ مین گنجائش نہ تھی لہذا جہان ضروری معلوم ہوا وہان چند خاص پیراگراف اہم مضامین پر بحث کرنے کے لیے وقف کرنا مناسب معلوم ہوا، ان مزید تفصیلات کے علاوہ مین نے بعض تاریخی ادوار کی سیاسی، تمدنی اور مذہبی تحریکون کا جامع خلاصہ لکھنا ضروری سمجھا ہے، تاکہ تاریخ کے بعض تاریک مقامات پر مزید روشنی ڈالی جاسکے، اور ان مسائل پر اختصار کے ساتھ بحث کیجا سکے، جنکو کسی خاص سن وسال کے تحت مین رکھنا درست نہ تھا،

ہر سال کے آخر مین مین نے ان تمام سربرآوردہ اشخاص مثل حکمار، فقہار، علمار، ادبار، وغیرہم کا اضافہ کردیا ہے جنھون نے اس سال مین وفات پائی، ہر متوفی کے نام کے ساتھ مین نے اس کی فضیلت اور اس کے مخصوص اشتغال کا ذکر کردیا ہے، اور ساتھ ہی ناظرین کو ان کتابون کا حوالہ دے دیا ہے جن سے وہ متوفی کے سوانح عمری اور مصنفات کے متعلق مزید معلومات حاصل کرسکتے ہین، اس کے علاوہ مین نے کتاب ہذا کے ان تمام گذشتہ مقامات کا حوالہ دے دیا ہے جنمین متوفی کا نام مذکور ہوا ہے، تاکہ اس کے حالاتِ زندگی تلاش کرنے مین آسانی ہو،

چونکہ اس تالیف مین اخبار و روایات کی ایک نہایت کثیر تعداد یکجا کردی گئی ہے اس لیے تمام اشخاص، مقامات، واقعات اور اشیار کی ایک صحیح فہرست (انڈکس) کا تیار کرنا میرے لیے ازبس ضروری تھا جس کے بغیر میری محنتون کی فائدہ رسانی مین بہت کمی واقع ہوتی، اور شائقین کو واقعات کی تلاش مین کافی مشکل پیش آتی، یہ فہرست بڑی طویل ہے[1] جس کا تیار کرنا میرے لیے سب کامون سے دشوار ترین ثابت ہوا ہے، نہ صرف مضمون کی وسعت اور اشخاص و

[1] اس فہرست کی طوالت کا اندازہ اس امر سے ہوسکتا ہے کہ کتاب ہذا کے سلسلہ کی جلد ششم جس کے صفحات کی تعداد ۲۱۸ ہے، جلد ہاے ماقبل یعنی جلد سوم، چہارم اور پنجم کے انڈکس کے لیے وقف کیگئی ہے، (مترجم)

واقعات کی کثیر تعداد کی وجہ سے بلکہ خصوصًا اس دقیانوسی اور ہفت رنگ طریق کے سبب سے بھی جو مشرق مین لوگون کے تسمیہ مین اختیار کیا جاتا ہے، تحقیق وتفتیش کی تسہیل کے لیے مجھے اکثر اوقات ورق گردانی شخص واحد کی خاطر وقف کرنے پڑے ہین،

فصل ششم

ان ابتدائی ملاحظات کو ختم کرنے سے پہلے اس امر کی طرف اشارہ کرنا ضروری ہے کہ ہماری تالیف درحقیقت حضرت محمد (صلعم) کی وفات سے شروع ہوتی ہے، آنحضرتؐ کی ایسی سیرت لکھنا جسمین قرآنی تفسیر ضروری طور پر شامل ہو، جسمین عرب قبل الاسلام کے حالات سے بحث ہو، بذاتِ خود ایک بڑا وسیع کام ہے، اگرچہ اس موضوع پر بہت سی قابلِ قدر کتابین پیشتر سے موجود ہین، مگر یہ مضمون اس بات کا مستحق ہے کہ اس کو از سرِ نو اس جدید مواد کی مدد سے قلمبند کیا جائے جو اس عظیم الشان مصلح کے متعلق فراہم و دستیاب ہوا ہے، اگرچہ میرا ارادہ کتب مین ایک نئی سیرت اضافہ کرنے کا نہین تھا مگر حضرت محمد صلعم اور ان کے دین کے درمیان ایسا نزدیکی اور گہرا تعلق ہے کہ تاریخِ اسلام کو آنحضرت کے متعلقہ احادیث کا خلاصہ بطور مقدمہ درج کیے بغیر پیش کرنا میری رائے مین ایک غلطی اور کوتاہی ہوتی، لہذا مختصر طور پر اور محض مقابلہ کی تسہیل کی غرض سے مین نے زیادہ ضروری روایات کو جمع کردیا ہے، اور حواشی مین ان مسائل مہمہ پر مفصل بحث کرنے سے احتراز کیا ہے جنپر آنحضرتؐ کی زندگی، رسالت اور ان خاص حالات کا سمجھنا موقوف ہے جنکے درمیان اس مافوق العادت انسان نے ظہور کیا جس کی آج بیس کروڑ سے کچھ کم آدمی تعظیم وتکریم کرتے ہین،

وہ تمام روایات جو محمد صلعم اور ان کے اوائلِ عمر یعنی مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت کرنے سے پیشتر زمانہ کے متعلق بیان کیجاتی ہین، تاریخ کی نسبت افسانہ کے زیادہ قریب ہین، اور مین نے ان کو ویسے ہی بیان کردیا ہے اور بغیر ان کے عیب وصواب اور حسن وقبح پر بحث کرنے کے ان کو روایت کے مطابق ترتیب دینے پر اکتفا کی ہے، اس کے برعکس جزیرۃ العرب کی فتح اور ان دس سالون کے حالات کو زیادہ شرح وبسط کے ساتھ لکھنا ضروری سمجھا ہے،

جو آنحضرتؐ نے مدینہ مین بسر کیے،

اس کے علاوہ دیگر باتین قلم انداز کرتا ہون، سوائے اس کے کہ مین اس تالیف کو اپنا فرزندِ طبع سمجھتا ہون، جو میری اتنے سالون کی محنت و مطالعہ کا نتیجہ ہے اور میری زندگی کے بہترین لمحات اور خوشترین اوقات کا ثمرہ ہے اگرچہ اس پسندیدہ موضوع اور خوشتر حکایت کو طول دینے کو بہت جی چاہتا ہے، مگر اب اس کو ایک آخری اشارہ پر ختم کرنا مناسب سمجھتا ہون جس سے غلط فہمی اور سوءِ تعبیر کا رفع کرنا مقصود ہے، یعنی مین نے ایک ایسی کتاب تالیف کرنے کی تمنا اور آرزو نہین کی ہے، جس کو لفظِ ادب کے اعلیٰ مفہوم کے اعتبار سے ایک ادبی تالیف کہا جا سکے، البتہ مین نے ایک ایسی کتاب تیار کرنے کی کوشش کی ہے جو طالبانِ علم اور اہلِ مطالعہ کے لیے حقیقی معاون ثابت ہو، مین نے ایک ادبی کتاب تالیف کرنے کے لطیف اور دل خوش کن خیال کو حسرت و افسوس کے ساتھ خیرباد کہا ہے، اور اُن لوگون کے افادہ کے لیے ایک نسبۃً حقیر و ناچیز کام سرانجام دینے پر قناعت کی ہے جو زمانۂ آئندہ مین اپنا وقت اور دماغ مشرق کے ابدی معما اور پر اسرار ایشیا پر صرف کرنا چاہین، وہ ایشیا جو ہماری نسل و قوم کا ابتدائی مسکن، اور ہمارے مذہب، ہمارے قوانین اور ہمارے اخلاق کا گہوارہ رہا ہے، اگر آئندہ کبھی مجھے معلوم ہو کہ میری محنتون نے کسی شخص کو فائدہ پہنچایا ہے اور میری کتاب سے بہتر کتابون کی تالیف مین مدد کی ہے اور حق کی تلاش کی سرگرمی کو زندہ رکھا ہے تو مین اس خبر سے اطمینان اور تسلی پاؤنگا، اس کے سوا مین کچھ نہین چاہتا،

بہرکیف مجھے امید ہے کہ جو اصحاب میری محنتون کے ثمرہ کو ملاحظہ فرمائین گے وہ اس کی خامیون سے جو ہر بشری کام مین ناگزیر ہین اس بات کا لحاظ رکھتے ہوئے چشم پوشی کرین گے کہ انواع و اقسام کے اشغال میرے مطالعہ مین مزاحمت حائل ہوئے ہین، اور حفظِ صحت اور خاندانی معاملات کے سبب سے اکثر اوقات میری تحقیقات کے دوران مین بڑا وقفہ پڑا ہے، اور اس اطمینانِ قلب مین بڑا خلل واقع ہوا ہے جو ایک مصنف کے لیے اشد ضروری ہے تاکہ اس کی تصنیف خود اس کے لیے اور اُس کے ناظرین کے لیے مفید ثابت ہو،

دوربین کا موجد گیلیلیو

از محمد العابدین، میرٹھ

"اس مضمون کی اشاعت کا مقصد صرف ایک کمسن ہونہار کی حوصلہ افزائی ہے"

"معارف"

گیلیلیو اٹلی کے شمالی شہر پیسا مین پیدا ہوا تھا، اس کا نام ہمیشہ سائنس دانون مین جلی قلم سے سنہری حرفون مین لکھا جائے گا، اس کی زندگی کے حالات عجیب و غریب اور دلچسپ ہین، اور خصوصًا اس لیے کہ بدقسمتی سے اس نے ایسی صدی مین ولادت پائی جبکہ ہر ایک نئی چیز شک کی نگاہ سے دیکھی جاتی تھی، اور ہر ایجاد سے لوگون کے دلون مین تشویش، اور غصہ کی لہر دوڑنے لگتی تھی، اس زمانہ مین لوگون مین اختراع کا مادہ ہی نہ تھا، جو کچھ پرانی کتابون مین تحریر تھا، وہی ان کے لیے وحی و الہام کا مرتبہ رکھتا تھا، اور اگر کوئی شخص عقلِ انسانی کو کام مین لا کر اپنی خداداد قابلیت سے کسی غلط بات کی تصریح کرنے کی کوشش کرتا تو اس کے تجربات مین رکاوٹین پیدا کیجاتین، یہی نہین بلکہ اس گمراہ کرنے والے" پر اتنی لے دے کیجاتی تھی کہ حکومت اس پر مقدمہ چلانے پر مجبور ہو جائے،

گیلیلیو نے چند سال علمِ طب کا مطالعہ کیا، مگر پھر اپنی توجہ سائنس اور علمِ ہندسہ کی طرف منعطف کر دی، قدرت نے اُسے اعلیٰ درجہ کا دماغ عطا فرمایا تھا، اسکی قوتِ تخیل کی تعریف جتنی بھی کیجائے کم ہے، اس مین عجیب و غریب غور و فکر کا مادہ خدا نے ودیعت رکھا تھا، نہایت ہی قلیل عرصہ مین علمِ ریاضی پر اوسنے عبور حاصل کیا کہ پچیس برس کی عمر مین اپنے پیدائشی شہر کے دار العلوم مین پروفیسر کا اعزاز حاصل کیا اور علمِ ریاضی مین بہت سی نئی باتون کا اضافہ کیا،

اہلِ یونان کے وقت سے یہ خیال عام چلا آتا تھا کہ بھاری چیزین ہلکی چیزون کے مقابلہ مین زیادہ

تیزی سے گرتی ہین، اس مین کوئی شک نہین کہ اگر کسی اونچی عمارت سے ایک پر اور ایک پتھر کا ٹکڑا ایک ساتھ
پھینکے جائین تو اول الذکر بہ نسبت آخر الذکر جلدی زمین پر پہنچے گا، مگر گیلیلیو نے یہ ثابت کیا کہ یہ خیال غلط ہے پر
ہلکا ہونے کی وجہ سے زمین پر دیر مین نہین گرتا بلکہ اسکا سبب یہ ہو کہ ہوا اسے زیادہ آسانی سے روک سکتی ہے
اس نے دو مختلف حجم کے پتھر لیے اور جس بلندی تک اس کے ہاتھ پہنچ سکے اس اونچائی سے انھین گرایا اور
وہ دونون ایک ہی وقت مین زمین پر گرے، مگر اس کے دوستون نے کہا کہ کم اونچائی ہونے کی وجہ سے فرق
نمایان نہین ہے، اگر زیادہ بلندی سے پھینکے جائین تو خیال اغلب ہے کہ مختلف اوقات پر زمین پر پہنچین گے،
ان کے اس اعتراض کی تردید کے لیے وہ پیسا کے برج پر چڑھ گیا، اور وہان سے دو گولیان ایک تو
اور سو پونڈ وزن کی گرائین، نیچے اساتذہ اور پروفیسرون کا ایک مجمع تھا، انھون نے اپنی آنکھ سے دیکھ لیا کہ دونون
گولیان ٹھیک ایک ہی وقت مین زمین پر پہنچین، اس مشہور تجربہ نے ہزارون ایجادون کے راستے کھولدیئے،
پرانے نتائج سائنس کی ترقی مین رخنہ انداز تھے، اب اُن کا خاتمہ ہوگیا، اس کے بعد سے گیلیلیو نے پرانے حکماء
کی رایون کی تقلید چھوڑ دی، وہ کہتا تھا کہ قدرت سب سے بہتر اُستاد ہے، اور وہ ہر وقت جواب دینے کے لیے تیار
ہے، بشرطیکہ سوال نہایت سہل اور آسان طریقہ سے پوچھا جائے، اسی لیے اس نے اپنی باقی ماندہ زندگی مین قدرت
ہی کے دروازہ کو کھٹکھٹایا، اور بہت سے نئے قواعد معلوم کرنے مین کامیاب ہوا، اس کے تجربات کرنے کے طریقے
اب تک ماہرین سائنس کا رہنما ہین، اور بلا شک وشبہ اس کا طرز سب سے آسان اور یقینی ہے، گیلیلیو نے اپنے
اس تجربہ پر ہی اکتفا نہ کی بلکہ اس کوشش مین مشغول ہوگیا کہ گرتی ہوئی اشیاء کی ٹھیک رفتار معلوم کرے، اس مقصد
کو مد نظر رکھتے ہوئے اس نے اپنے پہلے تجربہ کو مختلف طرح سے کیا،

ایک رات کا واقعہ ہے کہ گیلیلیو عبادت کے لیے گرجا گیا، وہان ایک بہت بڑا ہنڈا چھت سے رسی
کے ذریعہ سے لٹک رہا تھا، جلانے والے نے جلا کر اسے ہلتا ہی چھوڑ دیا تھا، گیلیلیو بہت دیر تک اس کی
طرف دیکھتا رہا اور اس نے یہ محسوس کیا کہ اگرچہ ہنڈا جتنی دیر پہلے جاتا تھا نہین جاتا مگر وقت اتنا ہی لیتا ہے،

اس زمانہ مین آجکل کی سی گھڑیان تو ہوتی ہی نہ تھین، اور پانی کی گھڑی جو اس وقت کام مین لائی جاتی تھی وہ کبھی جگہ
نہین لاسکتا تھا، کچھ سوچنے کے بعد اس نے یہ دیکھنا شروع کیا کہ جب ہنڈا ایک جگہ سے چلکر اسی جگہ پھر آجاتا ہے تو
اس کی نبض کتنی بار حرکت کرتی ہے، اس طرح یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ گئی کہ ایک معین وقت مین ہنڈا چلکر اپنی پہلی
جگہ پر آتا ہے، اس مشاہدہ نے اس کے دل مین یہ خیال ڈالدیا کہ وہ کوئی اس قسم کی مشین بنائے کہ وہ برابر جھولتی رہے
اور اس طرح ایک ٹھیک وقت دینے والی گھڑی کا کام دے، وہ گھڑی بنانے مین تو ناکامیاب رہا مگر اتنا ضرور
اس نے ایک ایسی مشین تیار کی جسمین ایک پنڈولم لگا ہوا تھا، جب بڈھا ہوگیا اور قوت بینائی جاتی رہی تو ایک
بار آدھ گھڑی بنانے کا طریقہ سمجھ مین آیا، نگاہ کی کمزوری کی وجہ سے خود تو گھڑی تیار نہ کرسکا، اس نے بنانے کا
مفصل طریقہ اپنے بیٹے کو بتا دیا، مگر سمجھانے اور کرنے مین بہت فرق ہے، عرصۂ دراز کی پیہم کوششون کے بعد
اس کا بیٹا گھڑی ایجاد کرنے مین تو کامیاب ہوگیا مگر باپ کو کامیابی پر خوش ہونے کا موقع نہین ملا، کیونکہ
اس وقت اس کے انتقال کو دس سال کا عرصہ ہوگیا تھا،

سنہ ۱۶۰۹ء مین گیلیلیو نے یہ افواہ اُڑتی سنی کہ ملک ہولنڈ کے ایک عینک فروش نے جرمنی کے ایک
شہزادہ کی خدمت مین ایسا آلہ پیش کیا ہے کہ اس کے ذریعہ سے دور کی اشیاء قریب دکھائی دیتی ہین اسی
عرصہ مین اسے پیرس سے ایک خط ملا جس نے اس خبر کی تصدیق کی، مگر اس کے طریقۂ ساخت کا کوئی سراغ
نہ چلا، پوری ایک رات وہ اس مسئلہ پر غور کرتا رہا، جب صبح ہوئی تو اس کے چہرہ سے بشاشت اور خوشی
کے آثار نمایان تھے، اس نے ایک رات کے قلیل عرصہ مین اس آلہ کا راز سمجھ لیا تھا، اس نے دو شیشے کے ٹکڑے لیے
ایک سے دور کی چیز بڑی معلوم ہوتی تھی اور دوسرے سے فاصلہ کی اشیا چھوٹی دکھائی دیتی تھین، ایک لمبی نلکی کے ایک طرف
اس نے پہلا شیشہ لگایا اور دوسری طرف دوسرا، اول الذکر شیشہ اس نلکی پر نہایت آسانی سے حرکت کرسکتا تھا، شیخ
دوسرے شیشہ کی طرف سے دیکھنا شروع کیا اور پہلے کو آگے پیچھے کرتا رہا، یہانتک کہ دوسری چیز اصلی قدو قامت
سے بہت بڑی معلوم ہونے لگی، اب وہ دوربین کی اصلاح مین مشغول ہوگیا اور اس حد تک کامیابی حاصل کی

کہ دور کی اشیا بیس گنی قریب اور ہزار گنی بڑی معلوم ہونے لگین

گیلے لیو اپنی نئی ایجاد لیکر وینس گیا، جو اٹلی کا مشہور شہر ہے، اس نے بڑے بڑے افسرون اور عمائد شہر کو [illegible]
اپنی دوربین دکھائی، وہ انھین وینس کے سب سے اونچے برج پر لے گیا، اور وہان سے انھین وہ جہاز دکھائے جنکو وہ [illegible]
دو گھنٹے بعد دیکھ سکتے تھے، اس کامیابی سے گیلے لیو نے وہ عالمگیر شہرت حاصل کی کہ ہر جگہ سے اس کی دوربین کی فرمائشین [illegible]
آنے لگین، بڑے بڑے حکمران اور شہزادے دوربین کے خواہشمند ہوگئے، یہانتک کہ ہولنڈ سے بھی اس قسم کی دوربین [illegible]
موصول ہوئین،

جب گیلے لیو نے اس عجیب وغریب آلہ کو تکمیل کو پہنچایا تو اسکی یہ خواہش ہوئی کہ اسے اجرام فلکی کے [illegible]
کام مین لائے، اس زمانہ مین یہ عام خیال تھا کہ سیارے صرف سات ہین یعنی سورج، چاند، عطارد، زہرہ [illegible]
مریخ، مشتری، اور زحل، سب سے پہلے گیلے لیو نے چاند کا مطالعہ کیا، اس نے یہ صاف طور پر معلوم کرلیا کہ چاند پر پہاڑ [illegible]
اور میدان ہین، اور انھین کو اب تک نشانات کہا جاتا ہے، جس قدر سورج غروب ہونے کے قریب آتا [illegible]
ہے، اسی قدر پہاڑون کے دامن مین سایہ بھی بڑھتا جاتا تھا، جب اس نے اور غور کیا تو یہ بھی دیکھ لیا کہ کچھ پہاڑ [illegible]
اونچے ہین اور کچھ نیچے، پھر سیارون کے معاینہ کی طرف توجہ کی، اسے یہ دیکھکر بہت تعجب ہوا کہ مشتری کے ار[illegible]
گرد چار اور سیارے تھے، اس نے یہ بھی معلوم کیا کہ زمین کے چاند کی طرح چار چاند اور ہین،

جب اس نے دوربین کو زحل پر لگایا تو ایسا معلوم ہوا کہ اس مین صراحی کی طرح دو دستے لگے ہوئے ہین
گیلے لیو کے وقت مین تو اس سے زیادہ کچھ نہ معلوم ہوسکا، مگر اب یہ یقینی طور پر کہا جاسکتا ہے کہ اس سیارہ کے
چارون طرف ایک گھیرا ہے، اور چونکہ وہ ایک طرف جھکا ہوا ہے، اس لیے دستے سے دکھائی دیتے ہین،
گیلے لیو سورج کو نہین دیکھ سکتا تھا کیونکہ وہ اتنا چمکدار ہے کہ آنکھین چکاچوند ہوجاتی ہین، اور بعد مین [illegible]
ضرر کا اندیشہ ہوتا ہے، مگر اس مجبوری نے ناامیدی کی شکل اختیار نہین کی، اس نے غروب ہوتے ہوئے
سورج کو دوربین کے ذریعہ سے بغور دیکھا اور یہ معلوم کیا کہ سورج سب جگہ سے یکسان روشن نہین ہے بلکہ

بعض مقامات پر نشانات پڑے ہوئے ہین، کئی بار مشاہدہ کرنے پر اسے یہ معلوم ہوا کہ نشانات کبھی اوپر کے حصہ مین
[illegible]ہوتے ہین اور کبھی نیچے کے حصہ مین اور اس سے اس نے یہ نتیجہ نکالا کہ سورج گھومتا رہتا ہے، اس کے بعد گیلے لیو
[illegible] زہرہ کی طرف توجہ کی، اور اسے بالکل چاند کی طرح پایا، بعض دفعہ وہ ہلال کے مانند بھی دکھائی دیتا تھا،

گیلے لیو کے زمانہ مین یہ عام طور پر تسلیم کیا جاتا تھا کہ تمام سیارے زمین کے چارون طرف گھومتے ہین، مگر
گیلے لیو کی رائے اس کے بالکل خلاف تھی، چنانچہ پروفیسرون، استادون، اور فلسفیون نے اس کی سخت مخالفت کی،
[illegible]ب اس نے ان سے کہا کہ وہ دوربین کے ذریعہ سے خود اس معاملہ کی اصلیت پر پہنچ سکتے ہین، تو انھون نے جواب دیا
[illegible]زمین اور سمندر کی چیزین دیکھنے مین تو یہ آلہ قابل اعتبار ہے مگر اجسام فلکی کے دیکھنے مین اس پر بھروسہ نہین کیا جا سکتا
[illegible]کی مخالفت اور دشمنی اتنی بڑھ گئی کہ اسے ایک تحقیقاتی کمیشن کے سامنے بلایا گیا تاکہ وہ اپنے عجیب وغریب
[illegible]عقائد کی جوابدہی کرے، ججون نے یہ فیصلہ دیا، کہ اس کے عقائد کلام الٰہی کے خلاف ہین اور اسے اس بات
[illegible] تنبیہ کردی کہ اگر اس نے اپنا رویہ نہ بدلا تو سخت سزا دیجائے گی، اس کے بعد سے گیلے لیو کا دل ٹوٹ گیا اور
[illegible]س کی کارآمد زندگی کا خاتمہ قریب نظر آنے لگا، اس وقت اس کی عمر ستر سال کی تھی، باقی ماندہ زندگی اس نے
[illegible]م ہندسہ کے متعلق معلومات بہم پہنچانے مین گذاری،

تلخیص و تبصرہ

کلیلہ و دمنہ کی سرگذشت

دنیا کی چند مشہور ترین کتابون مین ایک کتاب کلیلہ و دمنہ بھی ہے، جسکو لازوال شہرت حاصل [ہے]
اردو مین گو شمس العلما سید علی بلگرامی مرحوم کا خطبہ اس پر نہایت مفصل موجود ہے، تاہم ابھی حال مین ایک مضم[ون]
[نگار] نے اس کتاب کی سرگذشت پر روشنی ڈالی ہے، جس مین اگرچہ کوئی نئی بات نہین ہے لیکن اس کے
اس مین سب کچھ ایک جگہ جمع کر دیا ہے، اور بعض تازہ طبعات اور ترجمون کا ذکر ہے، اس لیے اس کی تلخیص
سے خالی نہ ہوگی،

کلیلہ و دمنہ کا اصلی مصنف ایک ہندوستانی برہمن فلسفی بیدپا نامی ہے، اس نے دابشلیم کے حکم سے
اسکندر کے بعد ہندوستان کا ایک فرمانروا گذرا ہے، اس کتاب کو اپنے ایک شاگرد رشید کی مدد سے کا[مل]
سال مین تکمیل کو پہنچایا تھا، کتاب نے اپنے اچھوتے موضوع اور دلچسپ اسلوب بیان کی بدولت تھوڑے
ہی شہرت عام حاصل کر لی،

بہنود بن سحوان نے، جو علی بن شاہ کے نام سے مشہور ہے، اور شاہ بن میکائیل ایرانی کے خانو[ادہ]
تھا اپنے مقدمہ مین جو اس کتاب کے ترجمہ مین منسلک ہے، بیدپا کا تذکرہ کیا ہے، اور کتاب کی تالیف
اسباب بھی بیان کئے ہین،

اس کتاب کی تصنیف کے آٹھ صدی کے بعد ایران کے بادشاہ نوشیروان کو جب اس کی خوبیان

ہوئین تو اس نے ایران کے ایک ممتاز حکیم برزویہ کو اس کی جستجو اور ترجمہ کے لیے ہندوستان روانہ کیا، اور
اس علمی سفر کے لیے دس دس ہزار کی پچاس تھیلیان عنایت کین اور اسی سفر کی بدولت کلیلہ و دمنہ کے ساتھ
سنسکرت کی دیگر اعلی پایہ کتابین فارسی زبان مین منتقل کر لی گئین،

جب حکیم برزویہ اپنے اس علمی سفر سے کامیاب لوٹا تو دربار مین انعام و اکرام کا بیش بہا خلعت اسکو
دیا گیا، لیکن اس نے ان کے قبول کرنے پر اس کو ترجیح دی کہ وزیر ایران بزرجمہر اس کے حالات زندگی خود
اپنے قلم سے لکھ کر کتاب کے آخر مین منسلک کر دے، لیکن افسوس ہے کہ زمانہ کے حوادث نے اس فارسی
ترجمہ کو برباد کر دیا،

البتہ اہل یورپ اصل سنسکرت کے ایک نسخہ کا تذکرہ کرتے ہین جو ناقص صورت مین یورپ پہنچا، اس کا نام سنسکرت مین
"پنچ تنتر" یعنی "پنچ اجزا" تھا، اور اسی نسخہ سے کتاب کو یورپ مین عام شہرت حاصل ہوئی، اور یورپ کی متعدد
زبانون مین اس کے ترجمے ہوئے، اس لیے یورپ مین کلیلہ و دمنہ کا بنیادی نسخہ یہی قرار پاتا ہے۔

غرض ایرانی حکیم برزویہ کے ترجمہ کے دو صدی کے بعد ابن مقفع نے اس کو عربی مین منتقل کیا، اور اس
مین ایک مقدمہ کا اضافہ کیا، جس مین نفس کتاب کے اغراض و مقاصد وغیرہ پر روشنی ڈالی گئی ہے، اور کتاب
کا نام اسی نے "کلیلہ و دمنہ" کے نام سے موسوم کیا، ابن مقفع کے ترجمہ کے بعد علی بن شاہ نے ایک بلیغ مقدمہ کا اضافہ
کیا، جس کا تذکرہ اوپر گذر چکا ہے،

اب اصل کتاب کے پانچ ابواب پر ایک باب ابن برزویہ کے حالات مین، دوسرا ابن مقفع کا مقدمہ
اور تیسرا علی بن شاہ کے مقدمہ کا اضافہ ہوا، اس طرح کتاب آٹھ ابواب پر مشتمل ہو گئی، اس کے بعد اس عربی
ترجمہ سے دنیا کی متعدد زبانون مین یہ کتاب منتقل ہوئی، جس مین سریانی، فارسی، یونانی، عبرانی، اسپینی، ہنگری
افغانی، اور ملائی زبانین خاص طور پر قابل ذکر ہین، اس لیے ان تمام زبانون کی کتاب کا بنیادی نسخہ ابن
مقفع کی کتاب ہے،

یورپ کی زبانون مین اس کے ترجمہ کا بنیادی نسخہ جیسا کہ معلوم ہوچکا، ایک دوسرا تھا، بلکہ زیادہ یہ
ہے کہ یورپ نے فسانہ و قصص کے طریقِ انشاء کو اسی کتاب سے حاصل کیا، اس لیے وہان کے اصولِ فسانہ نگا
کا اصل سرچشمہ مشرق ہی قرار پاتا ہے، اور یونانی فسانہ نگار ایسوپ کے متعلق جو کچھ بیان کیا جاتا ہے، وہ
اسی طرز کے فسانے ہین،

یورپ کی زبان مین اس کتاب کا قدیم ترین ترجمہ گیارھوین صدی مین یونانی زبان مین ہوا، مگر ا
یونانی نسخہ سے پھر کسی دوسری زبان مین منتقل نہین ہوا، اس کے بعد جب عربی سے عبرانی مین یہ کتاب پہنچی ت
عبرانی نسخہ سے یورپ کی متعدد زبانون مین اس کے ترجمے کئے گیے،

اس کے بعد ۱۶۵ھ مین عبداللہ بن ہلال اہوازی نے اس کو عربی مین دوبارہ ترجمہ کیا، جو شاید سیا
اسباب پر مبنی تھا، ترجمہ خلافتِ مہدی کے زمانہ مین یحییٰ بن خالد برمکی کے لیے کیا گیا تھا، اور جس طرح برا
کی بہت سی کتابین ضائع ہوگئین اسی طرح اب اس ترجمہ کا بھی کوئی پتہ نہین ہے،

اس کے علاوہ ابان عبدالحمید لاحقی نے اس کو عربی مین نظم کیا، اسی طرح سہل بن نوبخت کے متع
بھی کہا جاتا ہے کہ اس نے اس کو عربی مین نظم کرکے ناصر اموی کو اندلس مین بھیجا،

عرب انشاپردازون نے اس کتاب کے جواب مین بھی اسی اسلوب پر متعدد کتابین لکھی ہین، جن
سہل بن ہارون کی کتاب ثعلہ وعفرہ کو اس عہد مین خاص شہرت حاصل ہوئی، علاوہ ازین شعراء
بھی اسی اسلوب پر بعض فسانے نظم کئے، جس مین ابویعلی محمد المعروف بابن الہباریہ متوفی ۵۰۹ھ کی ہزار
ایک کتاب خاص شہرت رکھتی ہے، جس کو اس نے الصادح والباغم سے موسوم کیا تھا،

پھر ۵۴۵ھ مین سسلی کے سلمان فاضل ابن ظفر نے سسلی کے بعض حکام کے لیے اسی اسلوب پر ایک ک
سلوان المطاع فی عدوان الاتباع تالیف کی، یہ کتاب بہت ہی مقبول ہوئی، اس کو شعراء نے نظم کیا،
فارسی اور ترکی مین بھی اس کو منتقل کیا گیا،

پھر ابن مقفع کی کتاب سے مشرقی زبان نے خاص اعتنا کیا، ابوالحسن نصر بن احمد سامانی امیر بخارا و خراسان
کے حکم سے بعض اہل علم نے اس کو پھر فارسی مین منتقل کیا، اور فارسی ادبیات کے مشہور شاعر رودکی نے اسکو
سلک نظم مین پرو دیا، اور ابوالمظفر بہرام شاہ بن مسعود غزنوی کے حکم سے ابوالمعالی نصر اللہ بن محمد بن عبدالحمید نے
پھر اس کو فارسی مین ترجمہ کیا، لیکن ترجمہ نہایت مغلق ہوگیا، اس لیے مولی حسن کاشفی سہیلی نے اس کو نئے سرے
سے درست کیا، اور اس کو انوار سہیلی کے نام سے موسوم کیا،

پھر مولی علی بن رومی متوفی ۹۵۰ھ نے انوار سہیلی کو ترکی زبان مین منتقل کیا اور اس کا ہمایون نامہ
نام رکھا، پھر ہمایون نامہ کی متعدد تلخیصین کیگئین،

اور آج کل بھی اس کتاب کے متعدد ترجمے ترکی، جدید فارسی، تاتاری اور ملایا کی زبانون مین ہوئے
اور لوگون کے ہاتھ مین ہین،

عربی زبان مین یہ کتاب متعدد مرتبہ چھپ چکی ہے، سب سے پہلے ۱۸۱۶ء مین بائرن ڈی ساسی
کی تصحیح سے پیرس مین چھپی، پھر مصر مین محمد علی پاشا کے زمانہ مین اس کا دوسرا اڈیشن چھپا، اور اس کے بعد اسی
دوسرے اڈیشن سے بعد کے تمام مصری و شامی اڈیشن شائع ہوے،

بائرن نے جن نسخون سے تصحیح کی تھی، وہ ایک دوسرے سے بہت مختلف تھے، بعض نسخون مین اصل
قدیم ترجمہ پر متعدد فصلین اضافہ کیگئی تھین، یہان تک کہ سریانی زبان مین عربی سے جو ترجمہ کیا گیا تھا، اسمین بھی
اصل کتاب سے چند فصلین زیادہ تھین، لیکن ابھی شام مین ۷۳۹ھ کا ایک نسخہ عکسی فوٹو کے ذریعہ سے شائع کیا گیا
ہے، اسی مین وہ اضافے موجود نہین ہین،

مصر کی وزارتِ تعلیم نے اس کتاب کا ایک نیا اڈیشن شائع کیا ہے، جس مین کتاب کے بعض حصے
جو خلافِ تہذیب تھے حذف کردیئے گئے ہین، اور ایک دو مقام پر اس کی عبارت مین بھی تغیر و تبدل کیا
گیا ہے، یہ علمی اور تعلیمی خدمت اپنی جگہ پر لائقِ ستائش ہے، مگر غضب یہ کیا کہ کتاب کے سرورق پر، کتاب مصنف

اور مترجم کا نام اسی طرح چھاپا گیا، جس طرح اصل کتاب مین ہے، حالانکہ ان تغیرات کے بعد وہ کتاب تلخیص ہو گئی اس لیے اس کو "تہذیب" یا تلخیص کلیلہ و دمنہ" سے موسوم کرنا تھا، ورنہ اس صورت مین آئندہ چلکر یہی نسخہ کتاب کی تاریخ مین بہت کچھ غلط فہمیان پیدا کریگا، اگرچہ وزارت تعلیم نے کتاب کے آخر مین یہ فقرہ بڑھا دیا ہے کہ "فلان فلان کی تنقیح کے بعد" لیکن اس "تنقیح" کے لفظ سے اصل واقعہ پر روشنی نہین پڑتی،

"ر"

حضرت ابراہیمؑ کا شہر اُور،

ایک فرانسیسی رسالہ مین عراق کے محققین آثار قدیمہ کی کارگذاریان شائع ہوئی ہین، انھی مین شہر اُور کے حالات بھی نکلے ہین جو حضرت ابراہیمؑ کا وطن سمجھا جاتا ہے، توراۃ مین ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کو کلدانیون کے اور سے نکالا، گو اس فقرہ کے مطلب مین اختلاف ہے، تاہم عام طور سے آج کل یہی خیال کیا جاتا ہے کہ اور ایک شہر کا نام ہے جو عراق مین "مقبر" کے نام سے مشہور ہے، محققین آثار کو قدیم شہر اُور کی مدت سے جستجو تھی، اور اب اس کی دریافت مین انھین کسی قدر کامیابی ہوئی ہے،

چنانچہ چند سو میٹر زمین کی کھودائی مین اس شہر کا کچھ حصہ سطح زمین کے سات میٹر نیچے سے نکلا ہے، جس مین سولہ مکانون کی بنیادین ہین، اور پانچ عام سڑکین ہین، یہ مکانات اینٹ کے بنے ہوئے ہین اور انھین مین ایک مکان شاہ لبید عشتار کا بھی ہے، جو گیارھوین صدی ق م مین ان ممالک کا فرمانروا گذرا ہے، اور اس شاہی محل کے متعلق خیال کیا جاتا ہے کہ اس پر معمار کا نام بھی کندہ ہے،

ان مکانون کی جو دیوارین اب تک کھڑی ہوئی ہین، وہ پانچ یا چھ میٹر بلند ہونگی، اور ان کے چند ستون کے آثار بھی محفوظ ہین، اور بعض مکانون کے باورچی خانہ مین اینٹ کا ایک چولہا بھی ملا ہے اس کے علاوہ ہر گھر مین ایک بہت بڑا صحن ہے، جس کے کنارے کنارے بیلین اور مختلف پھول کے درخت لگے ہوئے تھے.

اور کے باشندون کا طریقہ تھا کہ وہ اپنے مُردون کو مکان کے اندر دفن کرتے تھے، چنانچہ مکانون

کے اندر جب فرش مین کھدائی ہوئی تو بہت سے مردون کی ہڈیان دستیاب ہوئین، اور بعض مکانون مین توتنہا بچون سے زیادہ کی ہڈیان ملی ہین،

اس کے علاوہ ایک مکان سے ایک قیمتی کتب خانہ بھی برآمد ہوا ہے، جس مین تاریخ، ادب، اور علوم ریاضی کی کتابین ہین، جو ٹھیکرے کے ٹکڑون پر منقوش ہین،

پھر ان مکانات سے تقریباً چند سو میٹر کے فاصلہ پر بھی کھدائی ہوئی، جس مین ایک قدیم قبرستان نکلا، جس کا تعلق ساڑھے تین ہزار قبل مسیح سے ثابت ہوتا ہے، یعنی اس وقت سے تقریباً پانچ ہزار برس قبل اس قبرستان مین جو قبرین ملی ہین ان سے پتہ چلتا ہے کہ لوگ مردون کو کفن پہنا کر دو چٹائیون مین لپیٹ کے قبر مین لٹاتے تھے، اور میت کے سرہانے برتن مین کھانے پینے کی چیزین رکھ دیتے تھے، جنکے آثار اب تک محفوظ ہین، جنہین سے کھجور، گیہون اور گوشت کی ہڈیان پہچان لیگئی ہین، اس کے علاوہ بعض قبرون مین تانبے کے ہتھیار بھی ہین، اور جس طریقہ سے وہ بنے ہوئے ہین، دور حاضر باوجود اپنی تمامتر تمدنی ترقی کے ان کے اس کو انکشاف کرکے بنانے سے عاجز نظر آرہا ہے، لیکن امراء کی قبرون مین تانبے کے اوزارون کے بجاے چاندی کے اوزار رکھے ہوئے ملے ہین، جنپر خاص طور پر نقش و نگار بنے ہوئے ہین، اس کے علاوہ دیگر سامان آرایش کنگھی وغیرہ کی قسم کی چیزین بھی پائی گئی ہین، اور یہ کنگھی، انگوٹھی اور کچھ اوزار مثل خنجر وغیرہ کے چاندی اور سونے دونون کے ہین، اور خیال ہے کہ ان پر جو نقوش ہین وہ ایطالوی دور (RENAISSANCEILOLIENNE) کے نقش و نگار سے بہت کچھ مشابہت رکھتے ہین، ارباب تاریخ ان آثار کی موجودہ حالت سے اندازہ لگاتے ہین کہ جب بابلی فوجون نے انیس سو برس قبل مسیح اُور کو تباہ کیا تھا، اس کے بعد اسکے دوبارہ تعمیر کی نوبت نہین آئی، اور جب نئی آبادی یہان بسی تو اس نے اس شہر کی تعمیر کے بجاے، اسکی اینٹون وغیرہ سے اسی کے قریب ایک دوسرے شہر کی بنیاد ڈال لی، اسلیے اُور اس وقت سے ویران اور سنسان پڑا رہا،

"ر"

اخبار علمیہ

مصنوعی اٹلی، صقلیہ مین اسلامی حکومت کی بربادی کے بعد بھی اس کے آثار باقی رہے تھے، اور اس کے فرنگی فرمانرواؤن کے دربار مین مسلمان علمار و ماہرین فن کا جھرمٹ لگا رہتا تھا، چنانچہ انھین ماہرین مین ادریسی جغرافیہ دان بھی تھا، جس نے گیارھوین صدی عیسوی مین چاندی کے ایک عظیم الشان سانچے پر دنیا کے تمام شہر، پہاڑ، دریا، وادیان اور دیگر نشیب و فراز کی تصویر صقلیہ مین بیٹھکر اتاری تھی، اور عجب تاریخی اتفاق ہے کہ اب بیسوین صدی مین اسی سرزمین اٹلی سے اسی قسم کی ایک تحریک اٹھی ہے، کہ ساٹھ میٹر کا ایک مصنوعی سمندر بنایا جائے، اور اس کے وسط مین جزیرہ نمائے اٹلی کے کوہ الپس سے صقلیہ کے راس پسار و ٹنک کا ایک مجسمہ اتارا جائے، جس مین پہاڑ، دریا، نشیب و فراز اور ذرائع آمد و رفت کو واضح دکھایا جائے، یہ تحریک اٹلی کے ایک ممتاز انجینیر پیو فرانکی کی طرف سے موسیولینی کے سامنے پیش ہوئی ہے، جسکو انھون نے منظور کر لیا ہے، اور بہت جلد اسکی عملی ابتدا ہو جائے گی، یہ مصنوعی اٹلی سلا دو میر تو مین رکھا جائے گا، اور مدارس کے طلبہ اس سے مستفید ہوا کرین گے،

بعض جدید طبی اکتشافات، گذشتہ سہ ماہی مین طبی اکتشافات مین نمایان کامیابی ہوئی ہے، چنانچہ انسان کے خون کے متعلق جدید طبی مباحث سے ثابت ہوا ہے کہ انسان کے جسم مین اس کے وزن کے تناسب سے ۹ء۴ فیصدی خون ہوتا ہے، یا یون سمجھنا چاہیئے کہ مثلاً اگر کسی کا وزن ۱۶۰ پونڈ ہے تو اس کے جسم مین ۸ پونڈ خون موجود ہوگا۔

اسی طرح ڈولین یونیورسٹی کے ڈاکٹر شارل ورفال تھری کے جراثیم خارج کرنے مین کامیاب ہو گئے ہین

اور انھون نے یقین دلایا ہے کہ نفس مرض کے ازالہ کے متعلق بھی بہت جلد بعض اور مفید اکتشافات شائع کرنے والے ہین،

اسی طرح جرمنی کی خبر ہے کہ ڈاکٹر کارل ربل نے ایک ایسا طریقہ دریافت کر لیا ہے، جس سے وہ بچون کی خلقی طور پر ٹیڑھی ہڈیون کو سیدھی کر سکینگے، جس مین پہلے انھین نرم کرنے کی ضرورت پڑتی ہے، پھر بچون کی غذا کا ایک خاص نظام مقرر کیا جاتا ہے، اس کے بعد ان کو برقی روشنی کے سامنے رکھ کر کجی دور کر دیجاتی ہے،

اور ڈاکٹر ولیم ہنٹر نے جو ماہر اعصاب سمجھے جاتے ہین، چند طبی دلائل سے ثابت کیا ہے، کہ انسان کے سڑے ہوئے دانت بھی بسا اوقات جنون کا مرض پیدا کرتے ہین، اور ڈاکٹر ولیم کے اس نظریہ کی مزید تائید امریکہ کے ڈاکٹر گولڈ برگ کے اس نظریہ سے بھی ہو گئی، جو ابھی حال مین شائع ہوا ہے، کہ دانتون کی جڑ مین جو فاسد مادے پیدا ہو جاتے ہین وہ عام نظام عصبی پر مضر اثر ڈالتے ہین،

کیمیاوی ترقیان، یورپ کی جدید تمدنی ترقیون مین انیسوین صدی کو اس لحاظ سے خاص امتیاز حاصل ہوا کہ اسی مین ریل اور مختلف قسم کی حیرت انگیز مشینین ایجاد ہوئین اور زمین کے چپہ چپہ پر پھیل گئین جس سے حکومتون اور قومون کے نظام مین حیرت انگیز انقلاب پیدا ہو گیا، اسی طرح خیال کیا جاتا ہے کہ بیسوین صدی کو کیمیاوی حیثیت سے خاص اہمیت حاصل ہو گی، کیونکہ اس صدی مین اب تک کیمیا کے ماہرین نے ایسی مختلف چیزین ایجاد کی ہین جو دنیا کے نظام مین عجیب و غریب تغیر پیدا کر دینگی، مثلاً لکڑی سے ریشم کے تاگے نکالنے کے اختراع کی وجہ سے بہت ممکن ہے کہ مستقبل قریب مین ریشم کے کیڑون کی داشت و پرداخت بالکل موقوف ہو جائے، اسی طرح جب لکڑی سے شکر بھی نکالی جانے لگی ہے تو گنے وغیرہ کی زراعت یقیناً کم ہو جائیگی، اور کیمیاوی اجزار سے رنگ جو اسی صدی کا اختراع ہے، اب اس قدر تیار ہونے لگا ہے کہ نیل کی زراعت

تقریباً موقوف ہو چکی ہے، اگرچہ ابھی تک نظامِ عالم پر اثر انداز ہونے والے اہم کیمیاوی اختراع معدودے چند
ہین، لیکن جو رفتار جاری ہے اس سے یہ پیشین گوئی کیجا سکتی ہے کہ روئی، اور کتان وغیرہ کی کاشت اور اون کیلئے
بھیڑ بکریون کو پالنے کے بجائے بھی کیمیاوی چیزین اختراع ہو جائینگی، اس کا صحیح اندازہ یون لگایا جا سکتا ہے کہ مثلاً
اس سال ۱۹۲۶ء کی مشین وغیرہ کی ترقیون کو سامنے رکھ کر ۱۸۲۶ء کی مشین وغیرہ پر قیاس کیا جائے، اور اسی طرح
اس سال تک کی ان کیمیاوی اختراعون کو دیکھتے ہوئے ۲۰۲۶ء تک کے زمانہ کو قیاس کیا جائے، تو ہم مستقبل
کے متعلق بآسانی ایک فیصلہ کن رائے قائم کر سکتے ہین۔

سونے والون کی حرکات کا انضباط، ولایات متحدہ امریکہ کے ڈاکٹر جانس نے ایک ایسا آلہ ایجاد کیا ہے
جس سے نیند مین انسان سے جو حرکات و سکنات سرزد ہوتے ہین، وہ بس ایک مدور کاغذ پر ثبت ہوتے جاتے ہین،
ڈاکٹر جانس اپنے اس آلہ سے ۱۰ طلبہ پر کامل ایک سال تک آزمائش کرتے رہے، اب ان کا بیان شائع ہو گیا ہے،
جس سے واضح ہوتا ہے کہ نیند دراصل دس دس اور پندرہ پندرہ منٹ کے ایک ایک گہرے اونگھ سے مرکب ہے
اسلیے ضروری ہے کہ انسان مین ہر دس پندرہ منٹ کے بعد محسوس یا غیر محسوس قسم کی ایک بیداری پیدا ہو،
اور پھر فوراً ہی غفلت طاری ہو جائے، اور ان کے تجربہ سے یہ بھی ثابت ہوا کہ انسان کی تردد و پریشانی کی حالت
مین اس اونگھ کی مدت مین اور کمی آجاتی ہے، کیونکہ اسکی باطنی عقل اس کو تھوڑی دیر مین اکسایا کرتی
ہے، اور یہی پریشانی جب حد سے بڑھ جاتی ہے تو آدمی مرضِ کابوس مین گرفتار ہو جاتا ہے، اور ڈاکٹر جانس
نے ان ۲۱ طلبہ مین سے ۲۰ کو اس اصول کے ماتحت پایا کہ وہ دن کے آخری حصہ مین بہ نسبت اس کے پہلے حصہ
کے زیادہ چاق و چست رہے ہین، کیونکہ نیند سے اوٹھنے کے بعد ان کی حقیقی بیداری صحیح طور پر جاگنے نہین
پاتی ہے۔

فیوم مین اثری تحقیقات مس ٹیمس لندن سے اس غرض سے روانہ ہوئی ہین کہ وہ فیوم کے شمالی
خطہ مین اپنے اثری تحقیقات کا سلسلہ جاری کرین، موصوفہ کو گذشتہ سال وہان چند قبرین ملی تھین، اسلیے
وہ آئندہ موسم سرما مین انہین قبرون کی تحقیقات سے کام شروع کرینگی، ان اثری تحقیقات سے تاریخ کی
بعض اہم گتھیون کے سلجھنے کی امید کیجاتی ہے

ایک متحرک پہاڑ، اٹلی کے بحیرۂ ماجوری سے جانب شمال ۳۰ میل پر ایک پہاڑ مانٹی اربینون کے
نام سے مشہور ہے، جو ۵۵۰۰ فٹ بلندی رکھتا ہے، اٹلی کے علم طبقات الارض کے شعبہ پیمائش نے ۱۹۰۵ء مین
ثابت کیا تھا کہ یہ پہاڑ ۱۸۸۸ء سے نہایت سست رفتاری سے حرکت کر رہا ہے، چنانچہ ۱۸۸۸ء سے ۱۹۰۵ء
کی مدت مین یہ اپنی جگہ سے مشرق کی طرف ۵ فٹ آگے بڑھ گیا، مگر اب اس پہاڑ کی حرکت نہایت سرعت سے
بڑھ رہی ہے، چنانچہ صرف ایک سال ۱۹۲۶ء مین ایک فٹ آگے بڑھ آیا، جسکی واضح آزمائش یون ہوئی،
کہ پہاڑ کے اختتام پر مشرقی جانب چند درخت لگا دیئے گئے تھے، اب وہ درخت ایک ہی سال مین کج
ہو گئے ہین، اس لیے ماہرین علم طبقات الارض کا متفقہ فیصلہ ہے کہ یہ پہاڑ عنقریب پھٹنے والا ہے، جس سے
اس کے پاس کی مشرقی وادی اربیدو، پٹ جائے گی، حکومت اٹلی نے انہین خطرون کی بنا پر اس کے
قریب کے مواضعات مین عام حکم جاری کر دیا ہے کہ وہان کے باشندے ان کو خالی کر کے کسی دوسری جگہ
مقیم ہو جائین

م

ادبیات

شام کی بانسری

(از جناب جوش ملیح آبادی، رکن دار الترجمہ، حیدر آباد دکن)

خامشی دشت میں جس وقت کہ چھا جاتی ہے — عمر بھر جو نہ سنی ہو، وہ صدا آتی ہے،

گیسوے شام مرے دوش پہ کھل پڑتے ہیں — زلفِ سنبل مرے شانوں پہ بکھر جاتی ہے

بھینی بھینی سی ہر اک پھول سے اٹھتی ہے مہک — ٹھنڈی ٹھنڈی لبِ ساحل سے ہوا آتی ہے

دشتِ خاموش کی اجڑی ہوئی راہوں سے مجھے — جادہ پیماؤں کے قدموں کی صدا آتی ہے

پاس اگر مرے گاتی ہے کوئی حور لقا، — اور گاتی ہوئی پھر دور نکل جاتی ہے

آنکھ اٹھاتا ہوں تو خوش چشم نظر آتے ہیں، — سانس لیتا ہوں تو احباب کی بو آتی ہے

دشنہ رکھ دیتا ہے گھبرا کے رگِ جان پہ کوئی — جب کلی خاک پہ دم توڑ کے گر جاتی ہے

طائرِ خستہ کے مانند نگاہِ بے تاب؛ — بحرِ ظلمت کی ہر اک لہر پہ تھرّاتی ہے

مسکراتی ہے جو رہ رہ کے گھٹا میں بجلی — آنکھ سی دشت و بیابان کی جھپک جاتی ہے،

کرنے لگتے ہیں نظارے سے جو بادل مایوس — برق آہستہ سے کچھ کان میں کہہ جاتی ہے

جھاڑیوں کو جو ہلاتے ہیں ہوا کے جھونکے — دلِ شبنم کے دھڑکنے کی صدا آتی ہے

مجھ سے کرتے ہیں گھنے باغ کے سائے باتیں — ایسی باتیں کہ مری جان پہ بن جاتی ہے

گنگناتے ہوئے میدان کے سنّاٹے میں — آپ ہی آپ طبیعت مری بھر آتی ہے

یوں نباتات کو چھوتی ہوئی آتی ہے ہوا — دل میں ہر سانس سے اک پھانس سی چبھ جاتی ہے

یوں ہری دوب کے مڑ جاتے ہیں نازک ریشے — مہ جبینوں کی کمر جیسے لچک جاتی ہے

بانسری جیسے بجاتا ہو کہیں دور کوئی — یوں دبے پاؤں بیابان میں ہوا آتی ہے

جب طیور آتے ہیں شاخوں پہ بسیرا لینے — ایک تسکینِ غم انگیز سی چھا جاتی ہے

حسرتیں خاک کی غنچوں سے ابل پڑتی ہیں — روح میدان کی پھولوں سے نکل آتی ہے

طبعِ شاعر کو روانی کا اشارا کر کے — نہر شاخوں کے گھنے سائے میں سو جاتی ہے

ان مناظر کو میں بے جان سمجھوں کیونکر؟ — جوش کچھ عقل میں بات نہیں آتی ہے

غزل

(از جناب تپش بی، اے، لاہور)

ہے نشیمن میں بھی قفس کی یاد — اس کو کہتے ہیں شکوۂ بیداد

آشیاں تھا، نہ خانۂ صیاد — یوں ہی یہ مشتِ پر رہا برباد

یہ بھی ضبطِ غم کی آخر داد — تر لہو میں ہے طائرِ فریاد

نامرادی مراد ہے جس کی — شاد ہو خاک وہ دلِ ناشاد

حشر ڈھانے میں ایک ہیں دونوں — آپ کی خامشی، مری فریاد!

کیا سناؤں شباب کا قصہ — یہ سنیں آپ خواب کی روداد

زندگی ہے تو ہم دکھا دیں گے — جان دیتے ہیں اس طرح ناشاد

خونِ ناحق بہک نہ جائے کہیں — نشہ میں آج جور ہے جلّاد

ہوں تصور میں آپ کے بے ہوش — بھول کی بھول ہے یہ یاد کی یاد

پردہ در ہے مرا یہ طفلِ سرشک — بری ہوتی ہے ناخلف اولاد

کیجیے بند چشمِ شوق تپش — ہو چکی سیرِ عالمِ ایجاد،

باب التقریظ والانتقاد

اردو کے نئے رسالے اور اخبار

اردو اخبارات ورسائل کی اس ششماہی مین اردو کا موجودہ تعلیمی مرکز حیدرآباد سب پر سبقت لے گیا، اور وہان سے متعدد اچھے رسالے یکے بادیگرے نکلے ہین، جنمین سے مجلۂ عثمانیہ سب سے پہلے قابلِ ذکر ہے، یہ کلیہ جامعۂ عثمانیہ کے طلبہ کا سہ ماہی رسالہ ہے، جو اردو اور انگریزی دو زبانون مین شائع ہوتا ہے، شعبۂ اردو کی ادارت کے فرائض جناب سید محی الدین صاحب قادری زوؔر اور جناب سید معین الدین صاحب قریشی کے سپرد ہین، اور انگریزی حصہ کا تعلق جناب سید فضل حق صاحب بی اے سے ہے، شعبۂ اردو ۱۰۳ صفحون پر مشتمل ہے، تقریباً تمام مضامین کالج کے ممتاز اساتذہ، اور طلبہ کے ہین جنمین سے اکثر علمی وادبی حیثیت سے بلند پایہ ہین، خصوصاً "اردو قصائد" "اردو زبان اور افسانے" "تخیل اور داستانِ امیر حمزہ" مین اردو علم ادب کی ممتاز خدمت کیگئی ہے، فارسی نثر کا آغاز اور ابو علی بلعمی" اور جامع دمشق" پر بھی عمدہ مضامین ہین، اگرچہ جامع دمشق" مین بعض امور مزید تحقیق طلب باقی رہ گئے ہین، اگر مجلۂ عثمانیہ کے پہلے پرچہ پر اس کے مستقبل کو قیاس کیا جائے تو کہا جائے گا کہ اس رسالہ سے اردو صحافت مین ایک اچھا خاصہ اضافہ ہوا ہے، اور ہم کالج کے نوجوان طلبہ اور جوان ہمت اساتذہ کو دلی مبارکباد پیش کرتے ہین، قیمت سالانہ ۲ روپئے سکہ عثمانیہ پتہ:۔ جناب محمد عبدالجلیل صاحب متعلم ال ال بی منتظم مجلۂ کلیہ جامعہ عثمانیہ حیدرآباد دکن،

اسی طرح نظام گزٹ، کے نام سے حیدرآباد سے ایک ہفتہ وار صحیفہ جناب سید وقار احمد

صاحب ام اے اور جناب محمد حبیب صاحب رشدی ام اے کی ادارت مین نکلنا شروع ہوا ہے، اب تک اسکے چند پرچے ہمین موصول ہوئے ہین جنمین سنجیدہ علمی وادبی مضامین، یورپ ومصر کے ممتاز اخبارات ورسائل کے مفید اقتباس اور ترجمے، اور کبھی کبھی علمی مباحث فسانہ کے طرز مین پیش کئے گئے ہین، ان معنوی خوبیون کے علاوہ ظاہری شکل وصورت بھی نظر انداز کرنے کے قابل نہین، کاغذ چکنا سفید ہے، اور کبھی عکسی تصویرین بھی ہوتی ہین حیدرآباد کے متعلق حالات وواقعات بھی درج ہوتے ہین، حجم ۱۶ صفحے قیمت سالانہ ۵ روپئے پتہ:۔ دفتر نظام گزٹ چارمینار حیدرآباد،

ان کے علاوہ تجلّی نام ایک اور سہ ماہی علمی ادبی رسالہ جناب محمد سردار علی صاحب کی ادارت مین حیدرآباد ہی سے نکلا ہے، رسالہ کے مضامین دلچسپ اور مفید ہین، حجم ۱۰۰ صفحے قیمت سالانہ عہ پتہ:۔ منیجر صاحب رسالہ تجلی کتب خانہ مسجد چوک حیدرآباد،

اسی طرح مسلم یونیورسٹی علی گڈھ کے طلبائے قدیم کا ماہوار رسالہ اولڈ بوائے جو کئی دفعہ مر مر کر جیا ہے، اس دفعہ وہ حیدرآباد کی سرزمین مین پیدا ہوا ہے، اس کے مدیر جناب سید منظر علی صاحب اشہر رسالہ کی پچھلی تمام خصوصیات پیدا کرنے کی خاص کوشش کر رہے ہین، مگر کالج کے کھلنڈرون کا لطف اب اس بڑھاپے مین پیدا ہونا مشکل ہے، حجم ۴۸ صفحے قیمت سالانہ ؏ پتہ:۔ نمبر ۱۲۰۴ سلطان پورہ حیدرآباد،

حیدرآباد کے ان رسائل کے علاوہ سنا ہے کہ انجمن ترقی اردو اورنگ آباد کی طرف سے سائنس کے نام سے ایک سہ ماہی رسالہ نکلنے والا، یا نکل چکا ہے، جس مین صرف سائنٹفک مضامین ہونگے، اگر اعلان کے مطابق یہ رسالہ نکل سکا اور چل سکا تو یہ اردو زبان کی علمی ترقی کا بڑا ذریعہ ہوگا،

دیوبند کی ساکن سطح جس طرح آجکل متحرک ہو رہی ہے، اس کا ادبی اثر کم از کم یہ ہے کہ وہان سے متعدد رسالون اور اخبارون نے جنم لیا ہے،

القاسم دیوبند کا دوبارہ اجرا پیشتر ہو چکا تھا، اس کے بعد ہی مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی

کی سیادت اور مولوی محمد یحییٰ صاحب کی ادارت مین المحمود کے نام سے ایک مفید رسالہ جاری ہوا ہے، المحمود کے مضامین مین زیادہ تر قدیم متکلمانہ اور سنجیدہ مناظرانہ مباحث ہوتے ہین، اور کبھی کبھی کتب مذہبی کے ابواب بھی نظر آتے ہین، رسالہ کا حجم ۳۲ صفحے اور لکھائی چھپائی اچھی ہے، قیمت سالانہ عہ ہے، دیوبند ضلع سہارنپور کے پتہ سے مل سکتا ہے، اسی تعلق سے الفصار بکڈپو مظفر نگر کے رسالہ جمیل کا تذکرہ بھی برمحل ہوگا، جو دیوبندہی کے سلسلہ کی ایک کڑی ہے، یہ مولوی وحید احمد صاحب مدنی اور جناب قمر صاحب فاروقی سنبھلی کی ادارت مین جاری ہوا ہے، رسالہ کے سرورق پر "تاریخی اصلاحی اقتصادی ماہوار مجلہ" تحریر ہے، مگر ہمارے خیال مین اس کے بجائے "مذہبی سیاسی اصلاحی رسالہ" لکھنا تھا کہ رسالہ کے تقریباً تمام مضامین اسی ذیل مین آتے ہین، حجم ۳۲ صفحے، لکھائی چھپائی اور کاغذ اچھا ہے، قیمت عمر سالانہ

ان ماہوار رسالون کے علاوہ خاص دیوبند سے دو ہفتہ وار اخبار جاری ہوئے ہین، جنمین سے ایک مہاجر ہے جو اس جماعت کا ارگن ہے جو دارالعلوم دیوبند مین اپنے بیان کردہ نقائص کی اصلاح چاہتا ہے، اسکی ادارت کے فرائض مولوی عبدالوحید صاحب صدیقی غازیپوری کے سپرد ہین، پھر مہاجر کے بعد انصار کا پیدا ہونا ضروری تھا، اسلیے "دارالعلوم دیوبند کا واحد ترجمان" الانصار مولوی ابوالقاسم صاحب رفیق دلاوری کی ادارت مین نظر آیا، مضامین اور ترتیب کے لحاظ سے مہاجر نے اپنی اولیت برقرار رکھی ہے، اس کی تقطیع الانصار سے نسبۃً بڑی اور کاغذ نسبۃً معمولی ہے، لیکن مضامین اور ترتیب کے لحاظ سے اس سے بہتر ہے، مہاجر کی سالانہ قیمت ستے ؍ اور الانصار کی ستے ہے،

اردو صحافت کی تگ و دو مین صوبۂ بہار اب تک بہت ہی پیچھے رہا ہے، مگر شائد اب رفتار مین رفتہ رفتہ تبدیلی ہورہی ہے، چنانچہ پٹنہ سے ہفتہ وار المبشر کے اجرار پر چند سال گذر چکے اور پچھلے تقریباً تین سال سے مولوی سید منظر علی صاحب ندوی کی ادارت مین کامیابی سے نکل رہا ہے، اور صوبۂ بہار کی اسلامی آبادی کی خدمت گذاری مین مصروف ہے، لیکن افسوس کہ مالی مشکلات سے ابھی تک عہدہ برآنہ ہو سکا

اس لیے وہ مسلمانانِ بہار کی مزید توجہ کا خاص طور پر محتاج ہے، قیمت سالانہ للعہ ہے، پتہ:- دفتر المبشر سبزی باغ بانکی پور پٹنہ ہے، لیکن یہ حیرت سے سنا جائے گا کہ دار الحکومت پٹنہ پر اس کا ایک ممتاز سب ڈویزن بہار شریف سبقت لیجانا چاہتا ہے، سہ روزہ اخبار اتحاد اور ماہوار رسالہ الامین کے علاوہ، جنپر کسی گذشتہ معارف مین تبصرہ کیا جا چکا ہے، ایک نیا ہفتہ وار اخبار رہنما جناب شاہ خلیل الرحمن صاحب بی اے کی ادارت مین نکلا ہے، اس کے چند پرچے اب تک شائع ہوئے ہین، شاہ صاحب ایک مشاق صاحب قلم ہین، امید ہے کہ ان کا اخبار خاطر خواہ کامیابی حاصل کرنے مین کامیاب ہو، قیمت للعہ، پتہ:- دفتر رہنما بہار شریف پٹنہ،

پھر مونگیر سے حضرت مولانا سید محمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی یادگار مین جامعۂ رحمانی کی طرف سے ایک ماہوار رسالہ الجامعہ نکلا ہے جس کا مقصود مولانائے مرحوم کے جاری کردہ دینی خدمات کو بدستور قائم رکھنا ہے، حجم ۳۲ صفحے لکھائی چھپائی اور کاغذ عمدہ ہے، قیمت سالانہ ستے، پتہ:- دفتر جامعۂ رحمانی مونگیر،

راجپوتانہ کے ایک دور افتادہ خطہ تجارہ ریاست الور سے ایک ماہوار طبی رسالہ "مسیحائے زمان" جناب حکیم قاضی سید محمد کرم حسین صاحب کی ادارت مین نکلا ہے، مضامین عام فہم اور خاص فن سے متعلق ہونے کے باوجود عام طور پر پڑھنے کے لائق ہین، ضخامت ۴۲ صفحے، قیمت عہ، دواخانہ شفاء الامراض تجارہ راجپوتانہ سے مل سکتا ہے،

اسی سرزمین راجپوتانہ سے خواجہ اجمیری کے آستانہ سے ایک رسالہ کیف نکلا ہے، ملک مین ادبی رسالون کا جو عام معیار ہے، اس سے وہ پست نہین ہے تاہم تعجب کی بات ہے کہ اجمیر سے نکلنے پر بھی وہ بادۂ کیف سے خالی ہو، ضخامت ۴۰ صفحے قیمت سالانہ للعہ ہے، پتہ:- دفتر کیف حویلی پیرزادگان اجمیر،

تقریباً "قصر الادب" آگرہ سے نکلا ہے جو "اردو کا ادبی علمی اور اخلاقی باتصویر ماہوار رسالہ" ہے، مضامین عام پسند ہین، جناب منظر صاحب صدیقی سیمابی اکبرآبادی اس کے مدیر ہین، حجم ۶۴ صفحے قیمت سالانہ عہ

احرار کے نام امروہہ ضلع مراد آباد سے ایک نئے قسم کا رسالہ جامع شریعت و طریقت مجمع السلاسل زبدۃ السالکین حضرت مولانا ضیاء الدین صاحب الخ" کی ادارت مین نکلا ہے، رسالہ نے مذہب و تصوف پر مضامین شائع کرنے کے علاوہ، مسلمان حکام، صوفیاء اور رہبرون کے اعمال پر نکتہ چینی کرنا اپنا فرض قرار دیا ہے، اگر احرار کی حریت حلقۂ سلاسل مین بھی واقعی برقرار رہی تو یہ قدرت کا ایک حیرت انگیز کرشمہ سمجھا جائے گا، حجم ۴۴ صفحے، کاغذ نہایت معمولی قیمت سالانہ [illegible]، پتہ:۔ نقشبندیہ منزل امروہہ ضلع مراد آباد،

مولانا عبد الرحمن صاحب راسخ دہلوی کی یادگار مین راسخ کے نام سے دلی سے "مذہبی، علمی، ادبی تاریخی مضامین کا ایک ماہوار رسالہ" نکلا ہے، جناب محمد حمید اللہ بیگ صاحب ماہر اس کے مدیر مین، مضامین عام پسند ہین، حجم ۱۲ صفحے ہے، اس کے باوجود قیمت سالانہ مع محصول ڈاک حیرت انگیز طور پر صرف [illegible] اور نمونہ کا پرچہ دفتر رسالہ راسخ کوچہ چیلان دہلی کے پتہ سے مفت مل سکتا ہے،

جامعۂ ملیہ اسلامیہ (دہلی) کا پندرہ روزہ رسالہ جو جناب سعید صاحب انصاری بی اے (جامعی) کی ادارت مین مفید تعلیمی خدمات انجام دے رہا ہے، اوس نے اپنا تاسیس نمبر شائع کیا ہے، لائق مدیر نے مضامین کو مختلف عنوانات، مقالات، درسگاہین، نظامات تعلیمی، شمعِ علم کے پروانے، مکاتیب و مراسلے، وغیرہ مین تقسیم کیا ہے، اور اسی ذیل مین ملک کے ممتاز اہل قلم، اور جامعہ کے اساتذہ اور ہونہار طلبہ کے مفید مضامین درج ہین، خصوصاً مقالات درسگاہین، اور نظامات تعلیمی کے مضامین خاص طور پر دلچسپ اور قابل ذکر ہین، ابتدا مین ملک کے ایسے ممتاز رہنماؤن کی عکسی تصویرین بھی درج ہین جو مختلف وقتون مین جامعہ کی ہمدردی مین وہان جا چکے ہین، حجم ۴۲ صفحے، قیمت [illegible]، پتہ:۔ منیجر صاحب جامعہ ملیہ اسلامیہ قرول باغ دہلی،

اسی طرح رسالہ ہمایون لاہور کا سالگرہ نمبر بھی نکلا ہے، جس مین ممتاز انشا پرداز اور شعراء کے مضامین اور نظمین درج ہین، جن کو جناب مدیر نے بہترین ترتیب مین مرتب کیا ہے، اس کے علاوہ جسٹس ہمایون مرحوم جن کی یادگار مین رسالہ جاری ہے، اور سر اقبال کی عکسی تصویرین بھی دیگئی ہین

کاغذ کتابت اور طباعت مین بھی خاص امتیاز پیدا کیا گیا ہے، حجم ۲۴۰ صفحے ہے، دفتر رسالہ ہمایون سے مل سکتا ہے،

خاص نمبرون کے نکالنے مین اس وقت لاہور کا نیرنگِ خیال سب سے آگے ہے، ابھی بعض انگریزی صحیفون کی تقلید مین اس کا سالنامہ نکلا ہے، جس مین تصاویر اور رنگین لوح اور مرقعون کے علاوہ اچھے اچھے عام پسند مضامین اور نظمین درج کیگئی ہین، ضخامت دو سو صفحون کے قریب ہے، قیمت:۔ [illegible] سالانہ

صبحِ سعادت، کے نام سے ایک سہ ماہی رسالہ الہلال بک ایجنسی نمبر ۱۰ شیرانوالہ دروازہ لاہور سے شائع ہوتا ہے، رسالہ کو مختلف ابواب آب السیر، ترجمہ، کتب، افسانہ اور انتقاد مین تقسیم کیا گیا ہے، اور ہر باب کی مناسبت سے مضامین درج ہوتے ہین، الہلال بک ایجنسی علامہ ابن تیمیہؒ کے مذہبی اصلاحی خیالات ملک مین پیش کر رہی ہے اس لیے رسالہ مین بھی اس دعوت کی جھلک نمایان رہتی ہے، اس کے علاوہ عربی اور اردو کی بلند پایہ نئی کتابون کا اس مین خصوصیت سے تذکرہ کیا جاتا ہے، قیمت سالانہ [illegible]

لاہور ہی سے ایک نیا ماہوار طبی رسالہ بھی دمِ عیسیٰ کے نام سے نکلا ہے، جس مین قدیم و جدید علم طب سے ماخوذ مفید مضامین نظر آتے ہین، امید ہے کہ رسالہ اپنے فن کے اعتبار سے اپنا معیار زیادہ بلند کرتا جائے گا، لیکن ضرورت ہے کہ فن سے غیر متعلق مضامین مثلاً "نظارہ آزادی" درج کر کے رسالہ کی خصوصیت کو صدمہ نہ پہنچایا جائے، حجم ۴۰ صفحے، کاغذ اور لکھائی چھپائی صاف ستھری ہے، قیمت سالانہ [illegible]، پتہ:۔ دفتر رسالہ دمِ عیسیٰ لاہور،

لاہور مین مسلمانون کی مذہبی و معاشرتی اصلاح کے لیے ایک انجمن اصلاحِ رسوم قائم ہوئی ہے، اور اس کا ایک ماہوار آرگن جناب چوہدری محمد حسین صاحب کی ادارت مین رسالہ اصلاح کے نام سے نکلا ہے، جس مین بری رسمون کی اصلاح کے مضامین شائع ہوتے ہین، اس محدود موضوع سے بعض

باہر کی باتین بھی اس مین نظر آتی ہین، حجم ۸۸ صفحے قیمت ۸ رتبہ :- انجمن اصلاح رسوم باغبانپورہ لاہور،

العمل کے نام سے بہرائچ (اودھ) سے ایک ہفتہ وار اخبار نکلا ہے، صوبہ کے اس دور افتادہ گوشہ سے اس اخبار کے نکالنے کی اس لیے ضرورت تھی کہ وہ اطراف اصلاح اور تحریک کے یقیناً نہایت سخت محتاج ہین، سید سالار مسعود غازیؒ کے خوابگاہ ہونے کے تعلق سے اس اخبار کو کامیابی کا اچھا موقع حاصل ہے، امید ہے کہ اس موقع کو ضائع نہ کیا جائے گا، قیمت للعہ رتبہ :- قومی دواخانہ بہرائچ اودھ

سفرنامۂ اندلس،

مرتبۂ جناب میر دبیر قاضی ولی محمد صاحب سکریٹری روبکاری خاص اعلیٰحضرت فرمانروائے بھوپال،

ذرائع آمد و رفت کی آسانی، اور یورپین قومون کی تقلید سے اب ہندوستانیون مین بھی سیر و سیاحت کا شوق پیدا ہو گیا ہے، اور امرا اور تعلیم یافتہ اصحاب کی ایک جماعت ہر سال سیر و تفریح کے لئے ہندوستان سے باہر جاتی ہے لیکن ان کا قبلۂ مقصود عموماً انگلستان بلکہ انگلستان مین بھی صرف لندن کی سرزمین ہوتی ہے، فرانس اٹلی اور سوئزرلینڈ بھی چونکہ راستہ مین پڑتے ہین، اس لئے ضمنی طور پر لوگ یہان کی سیر و تفریح بھی کر لیتے ہین، اور جو لوگ سیر و تفریح کیساتھ علم و فن کا بھی ذوق رکھتے ہین وہ اپنے حدودِ سفر مین جرمنی کو بھی شامل کر لیتے ہین، لیکن یورپ ہی کے گوشے مین اسپین بھی واقع ہے جہان فرانس اور سوئزرلینڈ جیسی دلچسپیان اگرچہ موجود نہین ہین، تاہم وہ ایک مسلمان سیاح کے لئے اس حیثیت سے نہایت دلچسپ اور عبرت آموز ہے کہ اس ملک مین صدیون مسلمانون نے نہایت جاہ و جلال کے ساتھ حکومت کی ہے، اور اب بھی ایک سیاح کو اس کاروانِ رفتہ کی سلگائی ہوئی آگ کی چنگاریان نہ سہی لیکن راکھ کے ڈھیر تو قدم قدم پر ملتے ہین، لیکن ہم مین کتنے لوگ ہین جو اس سے اپنے پاؤن کو غبار آلود کرنے کے لئے نکلتے ہین؟ حالانکہ ابن جبیر اور ابن بطوطہ نے اسی سرزمین سے نکل کر مشرقی ممالک کی سیاحت کی ہے، اور اپنے سفرنامون کے ذریعہ سے ہمارے لئے بیش بہا ذخیرۂ معلومات چھوڑ گئے ہین، اور اب ہمارا فرض ہے کہ ان کے وطن کے متعلق بھی معلومات کا ذخیرہ بہم پہنچا کر اس فرض سے سبکدوشی حاصل کرین، جناب میر دبیر قاضی ولی محمد صاحب اسی فرض کو محسوس کر کے چار پانچ سال سے اندلس کی ایک مبسوط تاریخ مرتب کرنے مین مصروف ہین،

اور اس مقصد کے لئے انھون نے صرف قلمی ذخیرۂ معلومات سے استفادہ ناکافی سمجھا، اور عینی مشاہدات کے لئے خود اسپین کا سفر کیا، اور اس سفر مین انھون نے جو تاریخی مشاہدات کئے، ان کو ایک سفرنامہ مین جمع کر کے ہمارے سامنے معلومات کا ایک بیش بہا ذخیرہ رکھدیا ہے، اور اس حیثیت سے یہ سفرنامہ اردو کے اور سفرنامون سے ممتاز ہو گیا ہے، کیونکہ موجودہ سفرنامون مین صرف دورِ جدید کی ترقیون کے حالات زیادہ تر لکھے جاتے ہین، اس لئے ان سے کسی ملک کے صرف تجارتی، تمدنی اور سیاسی حالات معلوم ہو سکتے ہین، لیکن یہ سفرنامہ صرف مسلمانون کے عروج و زوال کے دورِ گذشتہ کا مرثیہ ہے، اس لئے اس مین اندلس کی موجودہ ترقیون کا حال معلوم نہین ہو سکتا بلکہ اس کے ذریعہ سے صرف مسلمانون کے دورِ گذشتہ کی داستان سنائی گئی ہے، اور اس دردناک داستان کے سنانے کے لئے ایک پردرد دل کے ساتھ ایک پرزور قلم کی اعانت کی بھی ضرورت تھی، اور ہم کو مسرت ہے کہ قاضی صاحب کے قلم نے ہر موقع پر ان کے جذبات کی ترجمانی کی ہے، اور انشاپردازانہ عبارت مین ان کے احساسات کو بغیر کسی تکلف و تصنع کے نمایان کیا ہے، مثلاً،

"حمام ٹھنڈا پڑا ہوا ہے لیکن مجھ مردہ دل کا بدن اس مین پہونچتے ہی گرما اٹھا"،

"الناصر کی خوابگاہ ایک خواب و خیال"،

"کمرۂ مونس کے مجسمہ طیور اڑ گئے"،

ان فقرون پر مولوی محمد حسین آزاد کی انشاپردازی کا دھوکا ہوتا ہے، لیکن یہ خیال نہین کرنا چاہئے کہ سفرنامے مین صرف لفاظی ہی لفاظی سے کام لیا گیا ہے، بلکہ اس انشاپردازی کے ساتھ اس اُجڑے ہوئے ملک کے متعلق معلومات کا بھی کافی ذخیرہ فراہم کیا گیا ہے، چنانچہ سب سے پہلے اسپین کے جغرافیانہ حالات اور ملک کی قدرتی اور طبعی پیداوار سے بحث کی گئی ہے، اور اہلِ ملک کے وضع و لباس، اور اخلاق و عادات کا نقشہ کھینچا گیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اسپین مین عربی اور اسلامی اخلاق کا کس قدر اثر اب بھی موجود ہے، اس کے بعد اسپین کے مشہور شہرون اور مشہور عمارتون کے حالات نہایت تفصیل کے ساتھ لکھے ہین، اور ان کے متعلق جا بجا نہایت مفید تاریخی معلومات درج کئے ہین،

مختلف مناظر و عمارات کی تصاویر جنکی تعداد ایک سو تک پہونچتی ہے اس پر مستزاد ہین، اور بعض عمارتون کے کتبون

کی نقل بھی ایک ایسی چیز ہے جو غالباً اس کتاب کے سوا تاریخ کی اور کتابون مین نہ مل سکے،

ایک خاص بات یہ ہے کہ اسپین کی عمارتون کا دوسرے اسلامی ممالک بالخصوص ہندوستان کی شاہی عمارات کے ساتھ مصارف وغیرہ کے لحاظ سے موازنہ کیا گیا ہے، اس لئے دوسری اسلامی عمارتون سے بھی اس کتاب کے متعلق مفید معلومات حاصل ہوتی ہین،

آخر مین اسپین کے تمام بادشاہون کی ایک فہرست درج کی ہے، اور اندلس کے جغرافیانہ مقام کا نام بالمقابل انگریزی مین انگریزی تلفظ کے ساتھ لکھدیا ہے، جس سے انگریزی خوانون اور عربی خوانون دونون کو اندلس کی تاریخ کے سمجھنے مین بڑی مدد مل سکتی ہے، غرض حسن عبارت اور کثرت معلومات دونون حیثیتون سے یہ ایک نہایت مفید سفرنامہ ہے، لکھائی چھپائی عمدہ ہے ضخامت ۲۰۰ صفحات قیمت ۲ غالباً مصنف کے پتہ سے مل سکتی ہے،

"ع"

شاما،

جناب پنڈت کشن پرشاد صاحب کول رکن انجمن خادمان ہند (سرونٹس آف انڈیا سوسائٹی) ہمارے صوبہ کے ان ممتاز اصحاب قلم مین ہین، جن کو اردو سے خاص محبت ہے اور ان کے قلم مین اردو انشا پردازی کی خاص قوت ہے، اسکے ساتھ ہی وہ ہندو سوسائٹی کے اصلاحی کامون مین ہمہ تن مصروف رہتے ہین، ان کا عقیدہ ہے کہ ہندوستان کی ترقی کا صحیح ذریعہ اس کی معاشرتی اور اجتماعی اصلاح ہے، شاما ان کے قلم کی نئی گلکاری ہے، یہ ایک دلچسپ افسانہ ہے جسمین مصنف نے ہندو جماعت کی ازدواجی معاملات مین اصلاح کی ضرورت ثابت کی ہے،

افسانہ کا خلاصہ یہ ہے کہ شاما ایک تعلیم یافتہ لڑکی کی شادی اس کے والدین ایک دولت مند خاندان کے لڑکے سے کر دیتے ہین، شوہر نالائق ثابت ہوتا ہے، اور ساس اس سے زیادہ نالائق اور بدمزاج ہوتی ہے، لڑکی کو باورچیخانہ سے لیکر ساس کی خدمتگاری تک کے سب کام انجام دینے پڑتے ہین، جس سے لڑکی کی زندگی تلخ ہو جاتی ہے، اور ایک دن شوہر کی

فرمایش سے اس کو بازاری رقاصہ اور اس کے ساتھیون کے لئے کھانا پکانا پڑتا ہے جس کو وہ مجبوری انجام دیتی ہے، تاہم شوہر اور ساس سے بدمزگی ہوتی ہے اور بدمزاج ساس اس کو مارتی ہے خود وہ لڑکی اپنے ننھے بچہ کو موسلادھار بارش مین لے کر سسرال سے نکل جاتی ہے اور بہزار خرابی اسٹیشن پہونچتی ہے اور ریل پر سوار ہو کر اپنے میکہ چلی جاتی ہے، شوہر دوسری شادی کرلیتا ہے، اور اپنی پہلی بیوی کو بھلا دیتا ہے،

شاما، یہان اپنے بھائی کے ایک نوجوان دوست پرکاش سے دوچار ہوتی ہے اور رفتہ رفتہ ملاقات بڑھتے بڑھتے دوستی، پھر محبت، پھر بوس وکنار کی نوبت آتی ہے، تاہم آخری دامن عصمت محفوظ رہتا ہے، دونون دل سے چاہتے ہین کہ دنیا مین باہم میان بیوی ہو کر زندگی بسر کرین، مگر ہندو قانون جو عورت و مرد کے باہم ایک دفعہ کی بندش ازدواج کے بعد پھر اسکی شکست کو جائز نہین رکھتا اس آرزو کی کامیابی مین حائل ہوتا ہے، پرکاش کے اصرار کے باوجود شاما سوسائٹی کی قانون شکنی پر آمادہ نہین ہوتی، کہ وہ ہمجنسون کی نظرون مین ذلیل وخوار ہو کر زندگی بسر نہین کر سکتی، اور آخر اپنی بہنون کی حالت کی اصلاح کا خیال اس کے دل مین پیدا ہوتا ہے، مگر نامراد زندگی کا رنج اس کی افسردہ روح کو اندر ہی اندر گھلا دیتا ہے، اور وہ دنیا سے ناکام اٹھ جاتی ہے،

اس ناول کی دو حیثیتین ہین، ایک بلحاظ ایک عام افسانہ کے، دوسری بلحاظ ایک اصلاحی کتاب کے، پہلی حیثیت سے یہ کتاب یقیناً دلچسپ، پر لطف اور انشا پردازانہ ہے، اصلاحی حیثیت سے اس کے دو مقصد معلوم ہوتے ہین، ایک یہ کہ لڑکون اور لڑکیون کے اشتراک زندگی مین خود ان کی باہمی رضامندی حاصل کی جائے، اور ان کی باہمی مناسبت طبع کا خیال کیا جائے، دوسرا یہ کہ میان بیوی مین جب باہم بے لطفی اور بدمزگی پیدا ہو تو ایک دوسرے کو علیحدگی کا اختیار ہو، ان دونون اصلاحی مقصدون مین سے پہلا مقصد تو اس افسانہ سے حاصل ہوتا ہے، لیکن دوسرا مقصد اس طرح نہین ثابت ہوتا جس سے ہندو سوسائٹی کو اپنے جابرانہ اور ظالمانہ نظام و آئین ہونے کا یقین آ سکے،

قانونی علیحدگی کی ضرورت اس افسانہ مین صرف اس لحاظ سے نظر آتی ہے کہ ایک شادی شدہ عورت جو اپنے پہلے شوہر سے آزردہ ہو کر اپنے گھر چلی آئی ہے، وہ اپنے ایک موافق طبع محبوب نوجوان کے مل جانے کے بعد بھی اس

شادی نہین کر سکتی، گویا صرف ایک دنیاوی محبت کی ناکامی قانونی علحدگی کی ضرورت کو ثابت کرنے کے لئے پیش کی گئی ہے، یہ دلیل ہندو سوسائٹی کے پختہ کارون کے سامنے اس قسم کی قانونی علحدگی کی ضرورت کو ثابت کرنے کے لئے کافی نہین ہے، بہتر ہوتا اگر عشق و محبت کی داستان اور پرکاش کے وجود کے بغیر شاما کی سسرالی زندگی کی مشکلات کی تفصیل اور اس کے اپنے شوہر سے تکلیفات کی تشریح اس طرح کی جاتی کہ یہ داستانِ غم سر تا پا اثر بن جاتی، اور ہندو سوسائٹی کو یہ محسوس ہوتا کہ صرف لطفِ زندگی کی خاطر نہین بلکہ انسانیت کی خاطر اس کو اپنے اندر ایسی معاشرتی اصلاح کی ضرورت ہے، کتاب خاص اہتمام سے چھپی ہے، یہ انڈین پریس الہ آباد سے مل سکتی ہے،

تجنیس اللغات

یہ اردو الفاظ کا ایک مختصر مجموعہ ہے، اور اس زبان مین غالبًا اپنی نوعیت کی پہلی کتاب ہے، ہر لفظ کا ترجمہ فارسی، عربی، انگریزی، اور سنسکرت چار زبانون مین دیا گیا ہے،

مصنف کا نام گیا پرشاد ہے، یہ ضلع اعظم گڈھ کے ایک معروف قصبہ گھوسی کے رہنے والے بزرگ تھے، اور متعدد زبانون مین یکسان مہارت رکھتے تھے، ان کی عمر کا بڑا حصہ گورنمنٹ کی ایک معمولی ملازمت مین گذرا، پرانے زمانہ کے شرفا مین جو خاص خوبیان ہوتی تھین وہ ان مین سے اکثر کے جامع تھے،

تجنیس اللغات سے اردو جاننے والون کا ایک نہایت قلیل طبقہ واقف ہوگا، مگر یہ کتاب اس قابل ہے کہ کم از کم ثانوی مدارس کے طلبہ اس کا استعمال کرین،

ترتیب اس کتاب کی یون ہے کہ اردو الفاظ کو اصل قرار دیکر بہ ترتیب حروف تہجی ۲۰۷ صفحہ تک تقریبًا ہ۴ ہزار الفاظ کا ترجمہ ہے، پھر تعدد ضمیمون کے اندر ہر زبان کی ضمیرین، اسمائے اشارہ، گنتی، گنتی کے نقوش، اضافی گنتیان، امراض اعداد کا شمار، مولید ثلثہ، کلام چہارگانہ طعام چہارگانہ، حواس خمسہ، نماز پنجگانہ، چار دستہا، حواس خمسہ، مزہ شش گانہ، موسم، ایام، ہفتہ، نورس، بروج، مہینے، نکھتر، بحرفی نحوی اصطلاحین، اسمائے ممالک، اقسام سنین اور مقادیر وزن وغیرہ کے نام اور

نقوش بتائے گئے ہین،

اس کے بعد صفحہ ۲۴۳ سے صفحہ ۲۸۵ تک وہ الفاظ ہین جو پچھلے صفحات مین چھپنے سے رہ گئے ہین، ہر لفظ کے ساتھ اس کا موقع بھی بتا دیا ہے، جہان کتاب مین اسے ہونا چاہئے تھا،

سنسکرت کے متعلق ہم کچھ عرض نہین کر سکتے، عربی فارسی اور انگریزی ترجمے عمومًا قابلِ اعتماد ہین، البتہ جدید چیزون کے عربی اور فارسی نام انھون نے یا تو خود تصنیف کر لئے ہین مثلاً پنسل کا ترجمہ انھون نے "قلم الرصاص" کے بجائے "قلم الکحل" کیا ہے، یا ان جدید چیزون کے لئے ان کے مشابہ اور لگ بھگ قدیم چیزون کے نام رکھدیئے ہین، مثلاً ڈاک یعنی پوسٹ کا ترجمہ انھون نے چاپار اور برید کیا ہے، اس قسم کی نازک لغزشون کے باوجود کتاب نہایت قابلِ قدر ہے، یہ کتاب ۱۹۰۵ء مین پہلی بار چندر پربھا پریس بنارس مین چھپی تھی، ملک کی ناقدری سے ابھی تک وہی پہلا اڈیشن ختم نہین ہوا، قیمت ۸ر، پتہ:- شیو نندن پرشاد ماتا پرشاد چوک بنارس،

"ح"

دار المصنفین کی نئی کتاب

تاریخ فقہ اسلامی

از

مولانا عبد السلام ندوی

اس مین ابتدائے نبوت سے لیکر آج تک ہر دور کی فقہ اور فقہاء کے کارنامون پر مکمل تبصرہ کیا گیا ہے، جس سے جدید فقہ کی ترتیب مین بڑی مدد مل سکتی ہے، ضخامت ۴۰۰ صفحے قیمت للعہ،

"منیجر"

مطبوعاتِ جدیدہ

نبراس الساری حصہ دوم مولانا عبد العزیز صاحب سہانی خطیب جامع مسجد گوجرانوالہ کی نبراس الساری کے پہلے حصہ پر معارف ج ۱۹ نمبر ۲ مین مفصل ریویو کیا جاچکا ہے، اب اس کا دوسرا حصہ بھی چھپ کر آگیا ہے اس مین آغاز کتاب المغازی سے آخر صحیح بخاری تک کی حدیثون کا پتہ بتایا گیا ہے، پہلی جلد سے زیادہ خوبی اس مین یہ ہے کہ طباعت کی غلطیان کم از کم ہم کو نظر نہین آئین،

مولانا نے اس کو لکھکر طالبانِ حدیث پر بڑا احسان کیا ہے، اس کا جس قدر شکریہ ادا کیا جائے کم ہے جن لوگون کو حدیث سے شغف ہے خصوصاً مدارس اسلامیہ کے طلبہ کو یہ کتاب اپنے پاس ضرور رکھنی چاہئے،

ہم نے گذشتہ موقع پر مولانا سے درخواست کی تھی کہ "دوسری جلد کے ساتھ فہرست ابواب اور غلط نامہ بھی ضروری ہے" ہم کو مسرت ہے کہ ہمارا یہ مشورہ مولانا نے قبول فرمایا، قیمت سے پتہ جناب مولانا عبد العزیز صاحب خطیب جامع مسجد گجرانوالہ

فرمان بردار عورت جناب مولوی حکیم یوسف حسن خان صاحب بہاری نے ہندی کی ایک کتاب "آدرش میلا" کا اردو مین "فرمان بردار عورت" کے نام سے ترجمہ کیا ہے، کتاب مین فسانہ کی صورت مین ایک وفاشعار و ہوشمند خاتون کی سیرت دکھائی گئی ہے جس نے اپنے بے راہ رو شوہر کی زندگی محض اپنی وفاشعاری و سلیقہ مندی سے سنوار دی، ترجمہ صاف سلیس ہے اور کتاب مطالعہ کے قابل ہے، حجم چھوٹی تقطیع پر ۷۰ صفحے، لکھائی چھپائی اچھی اور کاغذ معمولی ہے، کتاب مین ایک موقع پر ایک عکسی تصویر بھی دی گئی ہے، قیمت عہ، پتہ:- منیجر صاحب دواخانہ حکیم یوسف حسن خان صاحب بہار شریف پٹنہ یا دفتر اخبار اتحاد بہار شریف پٹنہ،

جوہرِ خیال مدراس کے مشہور شاعر جناب خطیب قادر بادشاہ صاحب بادشاہ مرحوم کی چند نظمون "مکالمۂ نظم و نثر" "مباحثۂ علم و مال" "مناظرۂ ملازمت و تجارت" کا مجموعہ "جوہرِ خیال" کے نام سے شائع ہوا ہے، حجم ۱۶ صفحے، لکھائی چھپائی اور

کاغذ متوسط ہے، قیمت ۲؍ پتہ جناب خطیب محمد عبد الرشید صاحب نمبر ۲، گوڈون اسٹریٹ مدراس،

یادگارِ شرر مولانا عبد الحمید شرر مرحوم، اڈیٹر "قومی رپورٹ" مدراس کے ممتاز کارکنون مین تھے، مولانا مرحوم کی یادگار مین ایک سالانہ مشاعرہ کی بنا ڈالی گئی ہے، چنانچہ ۱۹۲۵ء کے مشاعرہ کی غزلون کا مجموعہ "یادگارِ شرر" کے نام سے شائع کیا گیا ہے، اس مین مدراس کے اہو شعراء کی غزلین درج ہین، اس لئے اس کو دور افتادہ خطۂ مدراس کے موجودہ شعرائے اردو کے کلام کا مجموعہ کہا جاسکتا ہے، رسالہ کی ابتدا مین مولانا شرر کی ایک عکسی تصویر بھی ہے، حجم ۳۲ صفحے، کاغذ اچھا اور لکھائی چھپائی معمولی ہے، پتہ:- جناب خطیب عبد الرشید صاحب نمبر ۲، گوڈون اسٹریٹ مدراس،

اللہ والون کی زندگی جناب مولوی سید وزارت علی صاحب نے اس مین جیسا کہ اس کے نام سے ظاہر ہے مقدس بزرگون اور صلحائے امت کے ایسے واقعات و حالات چھوٹے چھوٹے سلیس جملون مین جمع کئے ہین، جن سے مختلف اخلاقِ کریمانہ و اوصافِ حمیدہ کی تلقین ہوتی ہے، رسالہ مسلمانون کے لئے غایت درجہ مفید اور مطالعہ کے قابل ہے، حجم چھوٹی تقطیع پر ۵۶ صفحے لکھائی چھپائی اور کاغذ عمدہ ہے، کتاب کی جلد بندی ہوئی ہے، قیمت شاید عمہ، جو جناب یوسف سے گوڑ گانوان پنجاب کے پتہ سے ملے گی،

خونی انجام جناب محمد جمیل صاحب واسطی ایم اے نے "خونی انجام" یا "سلیم وضولیہ" کے نام سے ایک ڈراما لکھا ہے جس مین فرنگی سازشون سے ایک ہندوستانی ریاست کے خاتمہ کا ہولناک نقشہ کھینچا گیا ہے، ڈراما کی خاص خصوصیت یہ ہے کہ مفہوم کو زیادہ تر نظمِ معرا "بلینک ورس" مین ادا کیا گیا ہے، یہ ترقی کی طرف ایک اقدام ہے اس لئے قابلِ ستائش ہی کہنا چاہئے، حجم چھوٹی تقطیع پر ۶۴ صفحے، لکھائی چھپائی اور کاغذ متوسط ہے، قیمت ۸؍ ملنے کا پتہ کتاب پر درج نہین ہے،

پھولون کی ڈالی جناب شیخ محمد اسمٰعیل صاحب نے چھوٹے بچون کے لئے نظمون کا ایک مجموعہ "پھولون کی ڈالی" کے نام سے مرتب کیا ہے، نظمین زیادہ تر اردو کے سلسلہ "دہلی" "دوسری" سے ماخوذ ہین، چند نظمین "گلدستۂ اخلاق" "جواہراتِ حالی" "اخبار پھول" "بچون کا اخبار" سے بھی لی گئی ہین، بعض نظمین "کلیاتِ اسمٰعیل" کی ہین، مگر ان مین سے بھی بعض ایسی ہین جو دو کی پہلی دوسری وغیرہ مین آچکی ہین، ضرورت تھی کہ جناب مرتب ایسی کتابون سے انتخاب نہ کرتے جو بالعموم بچون کو درس

ہیں پڑھائی جاتی ہیں، بہر حال مجموعہ بچون کی مناسبت سے اچھا اور ان کے دکھانے کے لایق ہے، حجم ۳۲ صفحے، لکھائی چھپائی اور کاغذ عمدہ اور بچون کے مناسب ہے، قیمت ۴ر پتہ:- حالی بک ڈپو پانی پت،

سوانحعمری مولوی عبداللہ الغزنوی، مولوی عبد الجبار صاحب غزنوی مرحوم اور مولوی غلام رسول صاحب قلعوی مرحوم نے ایک ایک رسالہ میں مولانا عبد اللہ صاحب غزنوی مرحوم کے سوانح حیات مرتب کئے تھے، اب یہ دونون رسالے یکجا کرکے اردو میں شایع کئے گئے ہین، مولانا عبد اللہ غزنوی ایک مشہور باخدا، متبع سنت اور نمونۂ سلف عالم تھے، ان کی سیرت مسلمانون کے لئے مفید ہوگی، اور آخر مین مولانا کے خطوط بھی منسلک کر دئے گئے ہین، رسالہ کی اردو بہت ہی مغلق ہے، اگر موجودہ طرز کی زبان ہوتی تو مفید ہوتا، حجم ۱۱۳ صفحے، لکھائی چھپائی اور کاغذ معمولی ہے، قیمت ۱۲ر پتہ:- جناب عبد الحمید صاحب تاجر کتب مسجد چینیانوالی لاہور،

الہامی افسانے، آقای مرتضیٰ احمد خان محمد زئی درانی اسسٹنٹ اڈیٹر روزنامہ انقلاب لاہور نے قرآن پاک کے قصص کو اپنے الفاظ مین اور مؤثر پیرایہ مین بیان کیا ہے، اس حصہ مین جو سلسلہ کا پہلا حصہ ہے، دس قصے ہین، جنمین ہابیل قابیل حضرت ابراہیمؑ، حضرت اسحاقؑ، حضرت یوسفؑ، ہاروت و ماروت، حضرت موسیٰؑ، اور ملکۂ سبا کے قصے لکھے گئے ہین، قصون مین ادبی افسانون کی شان پیدا کی گئی ہے، تاہم واقعات کی صداقت اور تقدس میں فرق نہین آنے دیا گیا، لکھائی چھپائی بھی اچھی، تقطیع چھوٹی ۱۴۹ صفحے، قیمت عہ، پتہ:- مصنف کے پتہ سے طلب کیجئے،

تحریک بہائیت پر ایک نظر، آج کل برما مین بہائی تحریک کی تبلیغ کی جارہی ہے، اس کے جواب مین مسلمانون کا ایک طبقہ بھی سرگرم عمل ہے، جو وقتاً فوقتاً ان کی تردید مین رسالے شایع کرتا رہتا ہے، زیر تبصرہ رسالہ اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے جس کو مولوی موسی ابراہیم صاحب ایت نے مرتب کیا ہے، اس مین بہائیت اور اسلام مین تناقض دکھا کر بہائیون کے داخلی اختلافات پر روشنی ڈالی گئی ہے، حجم ۱۷ صفحے لکھائی چھپائی اور کاغذ اچھا ہے، جناب مرتب سے مغل اسٹریٹ رنگون کے پتہ سے مفت طلب کیا جاسکتا ہے،

"ر"

مجلد بست و یکم	ماہ شعبان ۱۳۴۶ھ مطابق ماہ فروری ۱۹۲۸ء	عدد ۲

مضامین